دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک ۔۔۔ عدل تھا اُس کا قوی لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک ۔۔۔ تھا شجاعت میں وہ اِک ہستیِ فوق الادراک

(اقبال)

حضراتِ
رضوان اللہ علیہم
چہار یار

مؤلفہ

شیخ عظیم اللہ ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

لاہور

...ر دوئم ۔۔۔ تعداد ۲۰۰۰ ۔۔۔ قیمت ۱ ؍

کھتی ہی تجھے خلقِ خدا غائبانہ کیا

چند چیدہ مسلم اخبارات کی رائیں

چہار یار - زمیندار ۴ اپریل ۱۹۳۶ء - جناب شیخ عظیم اللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ لاہور نے اس کتاب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ - حضرت عمر فاروقؓ - حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے مختصر اور مستند حالات درج کئے ہیں - اور چونکہ زبان سلیس اور انداز بیان دلنشین ہے - اس لئے عورتوں اور بچوں کے لئے اس کا مطالعہ خاص طور پر مفید ہوگا - مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کتاب کو منگا کر اپنے بچوں اور عورتوں کو پڑھائیں - کیونکہ مسلمانوں کی ترقی کا راز یہی ہے - کہ انہیں بزرگان دین کے حالات سے روشناس کیا جائے

سیاست ۲۰ فروری ۱۹۲۶ء :- اس میں حضرت ابوبکر صدیق - حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی - حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالے عنہم کی قربانیاں - سچی اسلامی محبت اور مختلف جنگوں کے حالات درج ہیں - ہر پڑھے لکھے آدمی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے - کیونکہ اس کتاب

(باقی ٹائیٹل کے اندر کے صفحہ پر)

دیباچہ بار دوئم

الحمد للہ کہ پہلا ایڈیشن اتنا مقبول ہوا کہ تخمیناً ایک سال ہی میں ختم ہو گیا۔ اب صحت و صفائی کا پورا انتظام کر کے دوسرا ایڈیشن چھاپا گیا ہے اور باوجود اس کے قیمت بجائے ایک روپیہ کے ساڑھے تیرہ آنے کر دی گئی ہے۔ امید ہے کہ محترم ناظرین اس سے بیش از بیش مستفید ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عظیم اللہ ۱۵ دسمبر ۲۷ء

دیباچہ

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سوانح عمری موسومہ "حضرت محمد صلعم" کو جو شرفِ قبولیت حاصل ہوُا اس سے مجھ کو یہ جرأت ہوئی کہ موجودہ کتاب موسومہ "چہار یارؓ" کو بھی اسی طرز میں عوام کے فائدہ کے لئے تالیف کیا جاوے خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی پوری ہوئی۔

"چہار یارؓ" در اصل "حضرت محمد صلعم" کا تتمہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس میں جو حصے عرب یا اہالیانِ عرب کے متعلق تھے حذف کردئے گئے ہیں۔ نیز جو واقعات سرورِ عالم کی سوانح عمری کے ساتھ مشترک تھے اُنہیں اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا انسب یہی ہے کہ اس کے مطالعہ سے پیشتر ناظرین "حضرت محمد صلعم" کو ضرور پڑھ لیں۔

میں اُن اخباروں کا بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے نہایت مہربانی سے کتاب "حضرت محمد صلعم" پر ریویو لکھے۔ اور اب انہیں اس قدر جتا دینا غیر موزون

ییں سمجھنا کر اختصار کے طریقہ - واقعات کی صحت اور
بارت کی سادگی کے لحاظ سے موجودہ تتمہ یعنی
تاب "چہار یار" کسی طرح بھی کتاب "حضرت محمد صلعم"
سے کم نہیں -

اس خیال سے کہ بزرگانِ دین کے حالات
وام الناس اور خصوصاً نوجوان مسلمانوں کو ازبر
و جائیں - میں نے قیمت میں ہر ممکن رعایت سے
ام لیا ہے - چنانچہ "چہار یار" مکمل کی قیمت صرف
یک روپیہ رکھی گئی ہے - اور علیحدہ علیحدہ نمبروں
یں سے نمبر ۱ و ۲ و ۴ کی فی نمبر ساڑھے
چار چار آنے اور نمبر ۳ کی ساڑھے تین آنے -
مید کامل ہے کہ جس مقصد کو مدِ نظر رکھا گیا ہے
ہ انشاء اللہ العزیز ضرور پورا ہوگا -

واللہ المستعان و علیہ التکلان

عظیم اللہ

یکم نومبر ۱۹۲۵ء

بن مرہ بن کعب۔ اس سے آگے یعنی مرہ بن کعب سے جو جناب صدیقؓ سے چھٹی پشت میں ہیں - آپ کا شجرۂ نسب جناب خاتم النبیین صلعم سے مل جاتا ہے۔ آپ کے باپ کا اصلی نام عثمانؓ تھا اور کنیت ابو قحافہ تھی - مگر وہ اپنے فرزند ارجمند کی طرح کنیت ہی سے مشہور ہیں - آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ اور کنیت اُم الخیر تھی اور وہ بھی قریشی تیمی تھیں اور اسلام سے مشرف ہوئیں +

اکابر صحابہ میں سے یہ فخر جناب صدیقؓ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کے والدین علانیہ اسلام میں داخل ہوئے اور اس لئے حضرت ابوبکر طرفین سے صحابہ کے لخت جگر بھی ٹھہرے +

کس کو خبر تھی کہ حضرت ابو قحافہؓ کے پسر امتِ خیر البشر صلعم کے افضل ترین فرد اور عرب و عجم کے بادشاہ ہونگے اس لئے آپ کی ولادت اور اوائل عمر کے حالات محفوظ نہ رکھے گئے۔ اس قدر ثابت ہے کہ آپ ایک معزز گھرانے سے تھے جس کا شمار جاہلیت کے زمانہ میں رؤسا میں تھا۔ اور آپ کی پیدائش رسول مقبول صلعم سے دو ڈھائی سال بعد یا یوں کہئے کہ ہجرت سے تخمیناً پچاس برس پہلے ہوئی +

اسلام سے قبل آپ کا نام عبد الکعبہ تھا۔ جب

اسلام لائے تو بانئے اسلام علیہ الصلوٰت والسلام نے عبداللہ نام رکھا - آپ کی کنیت ابو بکرؓ تھی اور اسی سے شہرہ آفاقِ عالم ہوئے - بوجہ ہمدردی بنی نوعِ النسان اور حامئ صدق کے اسلام میں آپؓ کا لقب اوّاہ اور صدیق پڑ گیا - جناب رسالتمآب ؐ کے دربار سے آپ کو عتیق کا خطاب بھی ملا تھا ⁎

بچپن کے حالات کچھ معلوم نہیں - قرائن سے اندازہ لگ سکتا ہے - کہ آپ کی تربیت عمدہ حالات میں ہوئی ہو گی کیونکہ فہم و فراست اور دور اندیشی و جرائت کے سے اوصاف اسی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں - سن رشد تک آپ کا قیام مکہ معظمہ میں رہا - اور سب سے پہلا سفر جو آپ نے بغرض تجارت کیا وہ اٹھارہ سال کی عمر میں کیا گیا تھا ⁎

عرب میں تجارت ہی ریاست و دولتمندی و عزت کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی اور رؤسائے عرب اکثر وہی اشخاص تھے - جن کی تجارت کا دائرہ وسیع ہوا کرتا تھا - چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان گنتی کے مردمان سے تھے جو بلحاظ تجارت ممتاز سمجھے جاتے تھے - آپ نے سوداگری کی غرض سے متعدد سفر کئے جن میں زیادہ تر ملک شام اور یمن کی طرف تھے - اس کے علاوہ قبیلۂ قریش

ہیں آپ کی دانشمندی ۔ ذکاوت اور معلومات کا ایسا چرچا تھا کہ عموماً اہم معاملات میں آپ سے مشورہ لیا جاتا۔ تمام عرب میں علم انساب کا آپ سے بڑھ کر کوئی ماہر نہ تھا یہی وجہ تھی کہ اہل قریش جنہوں نے صدیوں سے کسی بادشاہ یا حاکم کی متابعت نہ کی تھی اور اپنے امورِ سیاسی قبیلہ کے مختلف معتبر افراد کے سپرد کئے ہوئے تھے آپ کو بھی ایک نہایت ذمہ داری کی خدمت سپرد کر چکے تھے یعنی قبیلۂ قریش میں اگر کوئی خون ہو جاتا تو اس کا خون بہا مقرر کرنا اور دلانا حضرت ابوبکرؓ کے ذمہ تھا ۔ چنانچہ اگر ملزم فوراً رقمِ خون بہا ادا نہ کرتا اور جناب صدیقِ اس کو مہلت دیکر ضامن ہو جاتے تو فریق مخالف مطمئن ہو جاتا تھا۔

ان اشغال کے علاوہ اس زمانہ کی فصاحت و بلاغت کا اُن پر بھی بڑا اثر تھا ۔ جناب صدیقؓ شاعر بھی تھے۔ اور خاصے شعر کہتے مگر اسلام لانے کے بعد اس سے اتنا اجتناب کیا کہ ایک شعر تک نہیں کہا ۔

جوانی میں خدا ترسی اور حق جوئی کی طرف طبیعت مائل ہو گئی تھی ۔ اور ایسی ہستیوں کی تلاش تھی جن کی صحبت سے اس جستجو میں امداد ملے ۔ چنانچہ بعثت سے ایک سال پیشتر ہی حضرت محمد صلعم کی خدمت میں آنا جانا شروع ہو گیا تھا ۔ رسولِ عربی صلعم نے

دعوےٰ نبوت کیا تو حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لئے ملک یمن میں تھے واپس آ لئے تو حسب معمول سردارانِ قریش آپ کو ملنے گئے - باتوں باتوں میں حضرتِ صدیقؓ نے کہا کہ میری غیر حاضری میں اگر مکہ میں کوئی نیا واقعہ یا نئی خبر سنانے کے قابل ہو تو سناؤ - ابوجہل وغیرہ رؤسائے موجودہ نے کہا کہ سب سے تازہ خبر یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا نبوت کا دعویدار ہوا ہے - ہمیں بھی انتظار تھا کہ تم واپس آؤ گے تو تمہارے مشورہ سے اس کا انتظام کیا جاوے گا - جب سب احباب واپس ہو لئے تو حضرتِ صدیقؓ کو اس دُرِ یتیم سے ملاقات کا شوق ہوا جس کا ذکر ابوجہل نے کیا تھا - چنانچہ آپ خدمتِ مُبارک میں حاضر ہو لئے - اثنائے گفتگو میں جناب ختم انبیاء نے آپ کے روبرو اسلام پیش کیا - اور آپ اسی مجلس میں مشرف باسلام ہو لئے - حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس میں کچھ نہ کچھ تردد ضرور دیکھا - مگر ابوبکر کو جس وقت دعوت دی گئی تو اُس نے فوراً بلا جھجک اسلام کو قبول کیا ؂

۲۔ قبولِ اسلام سے ہجرت تک

اس امر میں اختلاف ہے کہ جنابِ صدیقؓ مردوں میں سے پہلے مسلمان تھے یا نہیں۔ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بالغ مردوں میں سے ابو بکر صدیقؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور لڑکوں میں جناب امیر علیہ السّلام۔ دولتِ اسلام سے مالا مال ہونا ہی تھا کہ جنابِ صدیقؓ اکبر نے اپنی سب طاقت و قوت جملہ مال و اولاد راہِ حق میں وقف کر دئے۔ چنانچہ اپنے تجارتی کاروبار کے ساتھ اشاعتِ اسلام میں بھی سعی بلیغ کی۔ اور یہ آپ ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ ایسے ایسے جلیل القدر صحابہ جیسے حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عبد الرحمانؓ بن عوف حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ بن وقاص ہیں سرورِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر زمرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

قبولِ اسلام کے وقت جناب صدیقؓ کے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے۔ جنہیں آپ نے خدمتِ اسلام اور خصوصاً غلاموں کے آزاد کرنے میں صرف کیا۔ چنانچہ اسلام کے سب سے پہلے

مؤذن حضرت بلالؓ بھی انہی غلاموں میں سے تھے۔ جو حضرت ابوبکرؓ نے خرید خرید کر آزاد کئے۔ اُن کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ بلالؓ کا آقا ان کے مسلمان ہو جانے سے بہت رنجیدہ ہو گیا تھا۔ اور انہیں طرح طرح کے عذاب دیتا تھا۔ یہاں تک کہ عرب کی عین دوپہر کی دھوپ میں تپتی ریت پر جنابِ بلالؓ کو لٹا دیا جاتا۔ اور جلتا ہوا بھاری پتھر اُن کے سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ اور اُن کو حکم دیا جاتا کہ جب تک لات و ہُبل پر ایمان نہ لاؤ گے اسی عذاب میں مبتلا رہو گے۔ مگر حضرت بلالؓ تھے کہ اس شِدّتِ تکلیف میں بھی احد احد ہی فرماتے تھے۔ اسی دردناک حالت میں پڑے تھے کہ جنابِ صدیقؓ اس طرف سے گزرے۔ اور ترس کھا کر اُنہیں ایسے ظالم مالک سے خرید کر آزاد کر دیا۔

اوّل اوّل رسول اللہ صلعم کے فرمان کے مطابق حضرت ابوبکرؓ بھی پوشیدہ پوشیدہ تبلیغ اسلام کرتے رہے مگر چوتھے سال جب بحکم ایزدی علانیہ اعلائے کلمۂ حق کا حکم ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی ان تمام مصائب کے اُٹھانے میں شرکت حاصل کی جن کا بیشتر حصہ جناب محبوب خدا کو پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسولِ خدا حرم میں ادائے نماز کے لئے

آئے تو کفار مارے غصہ کے آپ سے لپٹ گئے اور عقبہ نے جو کفار کے سرغنوں میں سے تھا آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور سے لپیٹا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ اس اثنا میں کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو خبر کی کہ اپنے رفیق کی خبر لو۔ جنابِ صدیقؓ فوراً دوڑے اور مجمع کفار میں گھس کر کہنے لگے لوگو تم اس شخص کے قتل کے درپے ہو۔ جو اللہ تعالےٰ کو خدا مانتا ہے اور اس کی دلائل پیش کرتا ہے۔ پھر عقبہ کو دھکے دے دے کر ہٹایا۔ اس پر کفار آپ کے پیچھے پڑ گئے اور اس قدر زدوکوب کی کہ آپ کا سر پھٹ گیا آخر عزیزوں نے آکر چھڑایا۔ جنابِ صدیقؓ پٹتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ تیری ذات بڑی بابرکت ہے۔ جنابِ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس مارپیٹ کے بعد جب جناب صدیقؓ گھر تشریف لائے تو آپ کے سر کی یہ حالت تھی کہ زخم پر جہاں ہاتھ رکھتے تھے بال الگ ہو جاتے تھے۔

جب سختیوں کی برداشت کی حد نہ رہی تو جناب صدیقؓ بھی جناب مصطفےٰؐ کے ارشادِ عام پر حبشہ کی ہجرت کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ براہِ یمن ملک حبش کا قصد فرمایا اور پانچ منزلیں بھی طے کر لی تھیں کہ قبیلۂ قارہ کا رئیس ابن الدغنہ رستے میں ملا۔ اور

دریافتِ حال کی۔ جب رئیس موصوف کو آپ کی ہجرت کا علم ہوا تو بول اُٹھا "کہ آپ سا آدمی جو بیکسوں کا یار اور غمزدوں کا غمگسار راستی کا جویا اور مہمانوں کا ملجاؤ ماویٰ ہو گھر کے ترک کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ اور تم میری پناہ میں مکہ میں واپس چلو اور اپنے رب کی عبادت کرو"۔

اس پر جناب صدیق رضؓ واپس آ گئے۔ رؤسائے قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو اس شرط پر منظور کیا کہ حضرت شیخ اپنے رب کی علانیہ عبادت نہیں کرینگے بلکہ اپنے گھر کے اندر ہی اندر اس کے ذکر میں مشغول رہینگے۔ مدت تک جناب صدیق رضؓ اس طریق پر کاربند رہے۔ مگر آخر جذبۂ توحیدِ حق نے مجبور کیا اور گھر کے باہر میدان میں ایک مسجد بنائی جو اسلام میں سب سے پہلی مسجد تھی اور وہیں ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے لگے۔ کیونکہ جناب ابوبکر رضؓ پر کلام اللہ کی خاص تاثیر تھی اور جب اُسے تلاوت فرماتے تھے تو زار زار رویا کرتے تھے۔ جس سے مستورات اور نوجوانانِ قریش پر جو آپ کے گرداگرد جمع ہو جایا کرتے تھے بہت اثر ہوتا تھا۔ اس لئے سردارانِ قریش سیدھے ابن الدغنہ کے پاس اس امر کی شکایت لے کر گئے۔ چنانچہ رئیس قبیلہ

قارہ نے جب یہ ماجرا آپ سے بیان کیا تو آپ نے جواب دیا "کہ مجھے اپنے مولا کی پناہ کافی ہے آپ اپنی پناہ واپس لے لیویں"!

جب مکہ میں مصائب کا سلسلہ بے حد ترقی پکڑ گیا تو رسول خدا صلعم نے صحابہ کو مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہاں اشاعتِ دینِ حقہ کافی ہو چکی تھی۔ بہت سے صحابہؓ جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے ہجرت کر گئے خود جنابِ صدیقؓ نے متعدد بار قصدِ ہجرت کیا مگر بایمائے سرکارِ رسالتمآب انتظار فرماتے رہے۔ ہجرتِ مدینہ کا حکم ہجرت نبوی سے چار ماہ پیشتر صادر ہوا تھا اور جنابِ صدیقؓ نے اسی وقت سے دو اونٹوں کی پرورش خاص طور سے شروع کر دی تھی۔ جب سے جنابِ صدیقؓ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے جنابِ رسالتمآب کا آپ کے ہاں آنا جانا شروع ہو گیا تھا۔ مگر وہ آفتابِ رسالت بالعموم صبح یا شام کے وقت ہی خانۂ صدیقؓ کو ضیا بار فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز خلافِ معمول سرکارِ والاتبار سر پر چادر رکھے دوپہر کی تیز دھوپ میں کاشانۂ صدیقؓ کی طرف تشریف لائے۔ صاحب خانہ بال بچوں میں بیٹھے تھے کہ آواز آئی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں حضرت ابوبکرؓ فوراً یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے کہ حضور پر میں اور میرے مال باپ فدا ہوں اس دھوپ میں اور یہ ناوقت کا آنا کچھ معنے رکھتا ہے اتنے میں جنابِ پیغمبر دروازہ تک پہنچ گئے اور اجازت

طلب کی ۔ جب بعد اجازت گھر میں تشریف لائے تو تخلیئے کی فرمایش ہوئی جناب صدیقؓ نے عرض کی کہ غیر کوئی نہیں ۔ دونوں لڑکیاں حضور کی غلام زادیاں ہیں یہ سُن کر حضرت نے فرمایا کہ درگاہ خداوندی سے ہجرت کی اجازت آ گئی ۔ ابو بکرؓ بے ساختہ بولے " اور میری رفاقت یارسول اللہؐ " ارشاد ہوا کہ اس کی بھی اجازت ہے ۔ اس پر جناب صدیقؓ جامے میں پھولے نہ سمائے اور آنکھیں فرطِ مسرت سے اشکبار ہوئیں ۔ آخر دو لو اونٹ پیش کیے اور درخواست کی کہ ان میں سے ایک پسند فرمائیے یہ آج ہی کے دن کے لئے تیار کئے تھے ۔ آنحضرت صلعم نے ایک اونٹ قیمتاً خرید فرمایا اور اسی وقت جملہ انتظامات کئے گئے اور رات کا وقت روانگی کے لئے قرار پایا ۔

۳ - ہجرت سے وفات خیر الانام تک

حبیبِ خدا صلعم کی ہجرت سے پہلے تمام صحابہ سوائے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے مدینہ جا چکے تھے ۔ اب جنابِ صدیقؓ کی رفاقت کا حکم تھا اور حضرت علیؓ کو اس غرض سے پیچھے چھوڑا گیا تھا کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ تشریف لاویں ۔ کیونکہ گو رسول خدا سے کفار نے حد درجہ کا بغض و کینہ اور عداوت روا رکھی تھی ۔ مگر ابھی تک اُنہیں نہایت درجہ کا

امین سمجھ کر کے اچھے اچھے معززین اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھا کرتے تھے۔

ہجرت کی تفصیل تو جناب رسالتمآبؐ کی سوانحعمری میں دی جا چکی ہے اس لئے یہاں مجملاً ان واقعات کو بیان کر دیا جاتا ہے جو جناب صدیقؓ سے متعلق ہیں۔

سفر کے زادِ راہ کے لئے انتظام حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں ہوا۔ راستہ میں غارِ ثور میں رسولؐ خدا کے ساتھ تین دن قیام فرمایا اور جب کفارِ مکہ کے تابعین غار مذکور کے سر پر پہنچے تو جناب صدیقؓ کو خوف لاحق ہوا اسی وقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے بزبان پیغمبر آخر الزمانؐ ارشاد ہوا کہ فکر مت کرو۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے اور ہمارا محافظ ہے۔ چوتھے دن جب غار سے نکل کر مدینہ کی طرف سفر شروع ہوا تو ایک ہی اونٹ پر آپ جناب سرورِ کائناتؐ کے پیچھے سوار تھے۔ اور آپ کا غلام اور راہبر دوسرے پر۔ جب اسی حال میں مدینہ پہنچے تو کیونکہ آپ کے بال سفید ہو چکے تھے اور جناب محبوب الہٰ کے بال ابھی سیاہ تھے اس واسطے مدینہ والے تذبذب میں پڑ گئے کہ رسولؐ برحق کون ہیں تا آنکہ جب حضور پُر نور کے چہرہ مبارک پر دھوپ آگئی اور جناب صدیقؓ نے چادر سے سایہ کیا تو عوام پر یہ راز افشا ہو گیا۔

ادھر مکہ میں آپ اپنے اہل و عیال کو بظاہر کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے والد کو ہجرت کا علم ہوا تو پوتیوں سے دریافت کیا کہ کچھ سرمایہ بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں کہ نہیں اس پر آپ کی لڑکیوں نے جو دولت اسلام سے مالا مال تھیں۔ جواب دیا کہ ہاں سب کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ دراصل بے کسی کا یہ حال تھا کہ جب ابوجہل اور دیگر اعیان کفار اپنی ناکامی و نامرادی پر برافروختہ ہو کر صدیق اکبرؓ کے گھر پہنچے اور ان لڑکیوں سے آپ کا پتہ دریافت کیا اور اُنھوں نے انکار کیا تو ابوجہل ناہنجار نے جنابہ اسماءؓ ذات النطاقین کے منہ پر اس زور سے تھپیڑ مارا کہ آپ کا آویزہ کان سے نکل کر دُور جا پڑا اور کوئی بندۂ خدا اس گستاخی سے روکنے والا نظر نہ آیا۔

مواخاۃ کے سلسلہ میں آپ خارجہؓ بن زید انصاری کے بھائی قرار دیئے گئے۔ اور مدینہ کے محلہ سنخ میں جہاں خارجہؓ بن زید رہائش رکھتے تھے سکونت اختیار کی۔

جناب پیغمبرؐ نے سات ماہ تک حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر میں قیام فرمایا۔ اور بعدہٗ دس اشرفیوں پر جو جناب ابوبکرؓ کے مال سے تھیں ایک قطعہ اراضی

خرید کی - جس پر مسجد نبوی کی بنا رکھی اور گرد گرد مکانات تعمیر کئے جن میں ایک مکان جناب صدیقؓ کا تھا - جس کی کھڑکی مسجد میں رکھی گئی تھی - اسی دوران میں جناب رسالت پناہؐ اور حضرت صدیقؓ کے اہل و عیال ایک ہی قافلہ میں مدینہ آ پہنچے - اور مکانات تیار ہونے پر مسجد نبوی کے گرد رہائش اختیار کی -

اس کے بعد غزوات کا زمانہ ہے جس کا حال کلہم سیرۃ النبی سے وابستہ ہے - تاہم اس جگہ اس حصّہ کا بیان کرنا ضروری ہے جو جناب صدیقؓ نے ان غزوات میں لیا -

غزوہ بدر میں آپ نے شرکت کی اور جب رسولِ خدا صلعم سربسجود دُعا میں مصروف تھے - صدیق اکبرؓ چادر مبارک کو آپ کے شانوں پر اُٹھائے ہوئے تھے - اور جب صحابہ کرام نے حضور کی نشست کے واسطے ایک کونہ میں چھوٹا سا خیمہ نصب کر دیا تھا تو اُس کے باہر جناب صدیقؓ حفاظت کے لئے شمشیر برہنہ لئے کھڑے تھے - پھر جب حضور بذات خود کفار قریش کے مقابلہ کو نکلے تو میمنہ کے افسر حضرت ابوبکرؓ تھے اور میسرہ پر جناب علی مرتضیٰؓ متعین تھے لڑائی میں آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن آپ کے مقابلہ پر آیا

تو للکار کر کہا "کہ اے خبیث میرے حقوق کا خیال کر"۔ عبد الرحمٰن جب مشرف باسلام ہوئے تو جناب صدیق رضؓ سے کہا کہ بدر کی لڑائی میں آپ میری زد پر آئے تھے مگر میں ٹال گیا۔ جناب صدیق رضؓ نے جواب دیا کہ "اگر تو میری زد پر آجاتا تو میں تمہیں کبھی زندہ نہ چھوڑتا"۔

غزوۂ اُحد میں جب رسولِ خدا صلعم کی شہادت کی شہرت ہوئی تو سب سے اول حضرت ابو بکر رضؓ ہی موقعہ پر پہنچے اور جب حضرتِ رسالت پناہ درۂ کوہ پر تشریف لے گئے تو حضرت ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ و علی رضؓ و طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمراہ تھے۔ پھر جب عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضؓ نے میدان میں اپنے حریف کے لئے للکارا تو جناب تیار ہو گئے۔ مگر حضرتِ نبوت پناہ نے اجازت نہ دی۔

غزوۂ خندق میں فوج کا ایک دستہ جناب ابو بکر رضؓ کی زیرِ کمان خندق کے ایک حصّہ کی نگرانی پر مامور رہا تھا۔

صلح حدیبیہ ۶ھ میں اس طرح وقوع میں آئی کہ حضور سرور عالم عمرے کے واسطے احرام باندھ کر نکلے۔ اور کفار آپ کے مکہ میں داخل ہونے میں مزاحم ہوئے اس لئے آپ نے بمقام حدیبیہ

قیام فرمایا۔ اور حسبِ عادت صحابہ سے مشورہ کیا۔ جس میں حضرت ابابکرؓ کی رائے کو پسند کیا گیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو ایلچی بنا کر اہلِ مکہ کی طرف بھیجا گیا۔ جب کچھ دنوں تک جناب ذو النورینؓ واپس نہ آئے اور افواہ یہ اُڑی کہ آپ قتل کر دیئے گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے ببول کے ایک درخت کے نیچے تمام صحابہ سے مقابلۂ دشمن کی بیعت لی جو بیعت رضواں کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمانوں کا یہ عزم دیکھ کر کفار نے صلح کرنی چاہی۔ صلح کی جو شرائط طے ہوئیں وہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ حضرت عمرؓ کو صدمہ ہوا اور اسی مضطرب حالت میں جنابِ صدیقؓ کے پاس دوڑے آئے اور بڑے جوش میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جناب صِدّیقؓ نے تمام واقع سن کر نہایت اطمینان سے فرمایا کہ "عمرؓ! آنحضرتؐ کی رکاب تھامے رہو"۔ چنانچہ جب معاہدہ تحریر ہو چکا تو اس پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و دیگر صحابہ کے دستخط ثبت کرائے گئے۔

غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا نشان حضرت علیؓ شیرِ خدا کے سپرد تھا اور ایک قلعہ پر حضرت ابوبکرؓ مقرر کیئے گئے تھے۔ مگر بالآخر وہ قلعہ بھی جنابِ امیرؓ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

فتح مکہ کے بعد جناب ابوبکرؓ اپنے والد ماجد ابوقحافہؓ کو جو نابینا تھے خدمتِ مخبر صادقؐ میں لے کر آئے تو شاہِ دوجہاں نے فرمایا کہ "بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی ہے۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا" پھر آپ نے ابوقحافہؓ کو سامنے بٹھا کر ان کے سینہ پر دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ ابوقحافہؓ نے توحید و رسالت کا اقرار کیا اور غلامانِ سرکار میں داخل ہو گیا۔

جنگ حنین۔ فتح مکہ کے بعد اس طرح ہوا کہ جب مسلمان فتح کے گھمنڈ میں مکہ سے مدینہ کو متکبرانہ طرز سے واپس ہوئے تو مکہ کے مفرورین اور قبائل ہوازن نے وادیٔ حنین کے پاس اُن کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کے قدم پہلے ہی وار میں اُکھڑ گئے۔ اور تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔ آپ تنہا رہ گئے آخر آپ کی آواز پر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ جو پاس ہی تھے آئے اور اہل بیت میں سے حضرت عباسؓ حضرت فضلؓ بن عباس۔ حضرت علیؓ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور آپ کی کھلائی کے بیٹے حضرت ایمنؓ نے لبیک کہا۔ حضرت عباسؓ بہت بلند آواز تھے اس لئے اُنہوں نے ذات اقدسؐ کا پیغام بآواز بلند صحابہ تک پہنچایا۔ جب پھر میدان کارزار گرم ہوا تو فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم

چوم لئے

غزوۂ تبوک ۹ھ میں ایسے وقت میں رونما ہوا جب کہ گرمی کا موسم تھا اور کھجوریں پختہ ہونے کو تھیں تمام عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اس لئے منافقین کو لشکر اسلام کے بددل کرنے اور پھسلانے کا موقع مل گیا۔ رسول اکرم صلعم کے پاس سامانِ رسد اور تیاریٔ فوج کے واسطے کچھ موجود نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس سال کے لشکرِ اسلام کا نام جیش العسرۃ (تنگدستی کا لشکر) مشہور ہے۔ جب منافقین کی چالیں کامیاب ہوتی نظر آئیں تو جناب رسالتمآبؐ نے روساے امت کو امداد کی ترغیب دلائی۔ جناب عثمان غنیؓ نے سینکڑوں اونٹ اور دیگر قیمتی سامان مہیا کیا اور دیگر بزرگان نے بھی اپنی اپنی ہمت سے بڑھ کر امداد دی مگر حضرت فاروقِ اعظمؓ اور جناب صدیق اکبرؓ کے واقعہ امداد کو ہم ڈاکٹر سر اقبال کی نظم میں پیش کرتے ہیں جس سے بہتر الفاظ میں اس کا اظہار غالباً ناممکن ہے:-

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا	دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اٹھے	اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور	بڑھ کر رکھیگا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسولِ خدا کے پاس	ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

پوچھا حضور سرورِ عالم نے "اے عمرؓ" | اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا | مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق | باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا | شاہد ہے جس کے مہر و وفا پر حرا کا غار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت | ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
ملکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس | اسپ و قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور "چاہیئے فکرِ عیال بھی" | کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر | اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

پروانوں کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیئے ہے خدا کا رسول بس

اسی سال جناب صدیقؓ کو پہلا امیرِ حج بنا کر بیت اللہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ سنہ ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کا اعلان ہوا۔ اور حج سے فراغت پا کر جب حضورِ انورؐ مدینہ منورہ میں مراجعت فرما ہوئے تو طبیعت ناساز ہو گئی۔ کم و بیش چودہ دن بیمار رہے۔ اس حالت میں بھی ازواجِ مطہرات کے ہاں باری باری ٹھہرتے رہے۔ آخر جب بیماری کی شدت زیادہ ہوئی تو تمام امہات المومنینؓ کی اجازت سے جنابہ عائشہ صدیقہؓ بنت جناب صدیقِ اکبرؓ کے ہاں قیام کیا۔ ایک روز مسجد میں تشریف لائے اور شہدائے اُحد کے لئے دعا فرمانے کے بعد ارشاد کیا "کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ دنیا کے

انعامات قبول کرے اور خواہ وصالِ الٰہی۔ سو اس بندے نے خدا کے قرب ہی کو ترجیح دی ہے"۔ جنابِ ابوبکرؓ کہ رمز شناسِ رسالت پناہؐ تھے یہ سنتے ہی رونے لگے آپ نے فرمایا "ابوبکرؓ ہوش کرو"۔ پھر فرمایا "کہ مسجد کی طرف جس قدر مکانوں کے دروازے ہیں بند کر دیئے جاویں۔ مگر ابوبکرؓ کا دروازہ بدستور رہے"۔ پھر ارشاد کیا "میرے نزدیک باعتبار رفاقت و احسانات ابوبکرؓ سے افضل کوئی نہیں اور اگر دنیا میں مَیں کسی کو دلی دوست بنا سکتا تو یقیناً ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن اسلام کا رشتہ بہت کافی ہے"۔

جب حضورِ انورؐ مسجد میں بوجۂ شدتِ مرض نہ جا سکے تو حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم ہوا۔ جنابِ عائشہؓ نے یہ فرمان سن کر عرض کی "کہ وہ ایک نرم دل اور ضعیف آواز کے آدمی ہیں۔ اور جب تلاوت کلام اللہ فرماتے ہیں تو زار و قطار روتے رہتے ہیں"۔ جس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ جنابِ سرورِ کائناتؐ حضرتِ صدیقؓ کو اس بار سے سبکدوش فرمائیں۔ مگر دربارِ رسالت سے خفگی کا اظہار ہوا اور دوبارہ یہی حکم دیا گیا۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ نے حضور کی حیات میں سترہ نمازیں اپنی امامت سے پڑھائیں۔ اور سرکار کی وفات سے پہلے دن کی نمازِ ظہر میں جنابِ شہِ کون و مکان خود مسجد میں تشریف

لائے - حضرت صدیقؓ کی امامت میں جماعت ہو رہی تھی
آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ اور آپ آگے
بڑھے - صحابہ کرام کی صف نے رستہ دیدیا - حضرت
صدیقؓ پیچھے ہٹنے کو تھے کہ اُن کو حکم دیا کہ نماز
پڑھائے جاؤ - اور خود دائیں طرف اُن کے پہلو میں
بیٹھ گئے - بعد ادائے فریضۂ نماز آپ نے بآواز بلند
وعظ فرمایا - وفات کے دِن بھی صبح کی نماز کے وقت
پردہ اُٹھا کر دیکھا اور صحابہ کو مصروفِ عبادت
دیکھ کر مسرور ہوئے - جنابِ صدیقؓ نے یہ
سمجھ کر کہ آج طبیعت کو کچھ افاقہ ہے
محلہ سُنخ میں جانے کی اجازت طلب کی
جو دی گئی - صدیقؓ سُنخ کو گئے - حضورِ پُرنُور
اپنے دولت خانہ میں مقیم رہے - مگر جوں جوں
دن چڑھتا گیا شدتِ مرض بڑھتی گئی - آخر
بوقت چاشت ذاتِ اقدس صلعم کا وصال ہوگیا
اِنا للّٰہِ و انا الیہِ راجعون ٭

۴- وصالِ خیر البشرؐ سے وفات تک

جس وقت رسُولِ برحق صلعم جاں بحق ہوئے
جناب صدیقؓ سُنخ میں تشریف رکھتے تھے -

جونہی کہ یہ خبر وحشت اثر سُنی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے ۔ اور سیدھا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں گئے ۔ اور جناب ختمی مآبؐ کے رُخ پُرنور سے چادر مبارک ہٹا کر پیشانی آنجنابؐ کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے فرمایا "میں اور میرے ماں باپ قربان ہوں ۔ آپ کی زندگی اور موت دونوں پاک ہیں ۔ تحقیق حضور نے اس موت کا مزہ چکھ لیا ۔ جو اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے لکھی تھی ۔ اب اس کے بعد آپ کے لئے ابدی زندگی ہے"۔

یہ کہ کر چہرۂ انور پر چادر ڈھک دی اور باہر تشریف لائے ۔ دیکھا کہ صحابہ کرامؓ کا مجمع ہے اور پریشانی و تذبذب کی باتیں ہو رہی ہیں ۔ کوئی کہتا ہے کہ جیسا انجیل میں مذکور ہے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی طرح پیغمبر آخر الزمانؐ پھر زندہ ہو نگے ۔ اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی طرح غائب ہو گئے ہیں ۔ اور چالیس دن کے بعد پھر لوٹ آئینگے ۔ حضرت عمر فاروقؓ کا تو یہ حال تھا کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے جوش سے بھرے

ادھر اُدھر پھرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص یہ کہیگا کہ جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے ہیں اس کو جان سے مار دونگا۔ جناب صدیقؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو فرمایا "لوگو! ہوش کرو۔ اور اے عمر خاموش ہو جاؤ"۔ جب لوگ چُپ نہ ہوئے تو آپ نے خود خطبہ شروع کر دیا۔ اور لوگ آپ کی طرف متوجّہ ہو گئے۔ اب ذرا غور سے دیکھو کہ وہ کیا لکچر تھا۔ جو صدیقؓ نے دیا۔ اور نیز وہ کس اطمینانِ دل اور ایمان کامل کا پتہ دیتا ہے۔ حمد و ثنا کے بعد ارشاد تھا :-

"اے لوگو سُن لو کہ جو شخص محمدؐ کی پُوجا کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ آج محمدؐ مر گئے۔ اور جو اللہ تعالےٰ کو لائق عبادت مانتا تھا وہ جان لے کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے۔ اور کبھی نہیں مرے گا اور (بموجب حکم خداوندی) محمدؐ ایک رسول تھے جن سے پہلے بھی کئی رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائینگے یا قتل کر دیئے جائینگے تو تم دین سے پھر جاؤ گے۔ اور اگر تم میں سے کوئی بے دین ہو گیا۔

تو وہ خدا تعالےٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیگا۔ البتہ اللہ تعالےٰ دین کی قدر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا"۔

یہ خطبہ اور خصوصاً اس آیتہ شریفہ کی تلاوت جس میں حضور کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ سُن کر صحابہ چونک پڑے اور انہیں یقین آگیا کہ بلا شبہ رسول اللہ صلعم انتقال فرما گئے ⁂

مسجد نبوی میں یہ واقعات پیش آرہے تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار مشورہ کر رہے ہیں کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر لیا جائے۔ جناب ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ یہ سن کر اُدھر کو گئے۔ کہ اُمّتِ محمدیہ میں نفاق و شقاق کا سدِّ باب کیا جاوے۔ جب ہر دو شیخینؓ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دُھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں۔ جن میں انصار کی افضلیت ثابت کی جا رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو اُکسایا جا رہا ہے کہ اب جب کہ رسولِ خدا صلعم فوت ہو گئے ہیں۔ خلافت انصار کا حق ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جملہ انصار اس پر متفق الرائے ہیں

دوران بحث میں کسی نے کہا کہ مہاجرین اگر یہ دعویٰ کریں کہ ہم اسلام میں سابقون الاولون ہیں۔ تو اس کے لئے تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ اس پر ایک آواز آئی کہ پھر ایک امیر ہم میں سے ہو جائے گا اور ایک ان میں سے۔ عین اُس وقت حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ آ پہنچے۔ اور انصار نے اپنا دعوےٰ پورے زور و شور سے پیش کیا ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے ان کو روک دیا۔ اور خود کھڑے ہوکر ایک پُر اثر اور طویل خطبہ دیا۔ جس میں زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں عرب کی حالت کو بیان کر کے فرمایا "کہ اللہ نے مہاجرین اوّلین کو توفیق دی کہ خدا کے رسول کی تصدیق کریں۔ اور اسلام کی خدمت بجا لائیں۔ اور اپنے اُوپر مصیبتیں جھیلیں۔ اموال و اولاد کو راہ حق میں خرچ کریں۔ اور گھبرائیں نہیں۔ یہ لوگ رسول کریم کے رفقا اور اس کے رشتہ دار ہیں۔ اور خلافت اُنہیں کو سزاوار ہے۔ اے معشر انصار تمہاری فضیلت سے کسی کو انکار نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے

ہجرت کے بعد تمہاری پناہ میں اپنے رسول اکرمؐ کو بھیجا اور آپ کی بہت سی ازواج و اصحاب بھی تم میں سے ہیں - لہذا مہاجرینِ اوّلین کے بعد تمہارا ہی درجہ ہے - پس امراء ہم میں سے ہیں - اور وزراء تم میں سے" اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان میں سے جس کو چاہو امیر انتخاب کر لو - انصار اس کے بعد بھی اپنے حقوق جتاتے رہے - تو حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ "اے انصار تم نے تو اسلام کو مدد اور قوت دینے میں سبقت کی تھی - اب اس کے نفاق و تغیر میں سبقت نہ کرو" اس فقرہ نے انصار پر بہت اثر کیا - اور انہوں نے بالاتفاق قرار دیا کہ مہاجرین سے امیر کیا جاوے - حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عمرؓ نے امارت سے انکار کیا - اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی - پھر کیا تھا لوگ جوق جوق ٹوٹ پڑے اور جناب صدیقؓ خلیفۃ الرسولؐ قرار پائے ؀

اگلے روز شنبہ کو مسجد نبوی میں مسلمان جمع ہوئے اور حضرت عمرؓ کے اصرار پر

جناب ابو بکرؓ منبر کے نچلے درجہ پر بیٹھے۔ اور عوام الناس سے بیعت لی ۔ پھر خطبۂ خلافت دیا۔ جس کے چیدہ چیدہ فقرے حسبِ ذیل ہیں :۔

"اے اللہ کے بندو مجھے امیر بننے کی کبھی آرزو نہ دِن کو ہوئی نہ رات کو اور نہ اس طرف میرا میلانِ طبع تھا۔ اور نہ کبھی میں نے دربار ایزد متعال میں اس کی خواہش کی مگر محض اس ڈر سے کہ فتنہ برپا نہ ہو میں نے حکومت کو قبول کیا۔ مجھے اس میں ہرگز خوشی نہیں۔ بلکہ مجھ پر ایسا بارِ گراں آ پڑا ہے۔ جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اور جو بجز نصرتِ خداوندی اُٹھایا نہیں جا سکتا۔ میری دُعا تھی کہ آج میری جگہ کوئی مجھ سے قوی تر شخص ہوتا۔ میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ سو اگر میں راہِ راست پر چلوں تو میری اطاعت کرو۔ اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو سچائی امانت ہے۔ اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہیں وہ میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہیں جب تک اُن کے حق

نہ دلوا دوں اور جو تم میں سے قوی ہیں وہ میرے نزدیک کمزور ہیں۔ جب تک خدا تعالےٰ کی مدد سے میں اُن سے لوگوں کے حق نہ لے لوں۔ سُن لو! جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔ اور جو قوم بے غیرت ہو جاتی ہے۔ اُس پر خدُا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ تم میری اُسی وقت تک فرمانبرداری کرنا جب تک میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُولؐ کا فرمانبردار رہوں اور جب میں اُن کا نافرمان ہو جاؤں تو تم بھی میری اطاعت سے بَری الذمہ ہو گے۔ آؤ اب نماز پڑھیں کہ خدُا ہم تم پر رحم فرمائے"۔

مسندِ خلافت پر متمکن کئے جانے کے بعد جنابِ صدیقؓ کا پہلا کام یہ تھا کہ اس لشکر کو روانہ کیا جائے جو آنحضرتؐ نے زیر کمان حضرت اسامہؓ رومیوں کے مقابلہ پر مرض الموت سے قبل روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ ہرچند کثرتِ اکابر صحابہ اس طرف تھی کہ حالات موجودہ میں اس مہم کو ملتوی کیا جاوے۔ مگر جنابِ صدیقؓ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ "خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر

ہوتا کہ مجھے درندے کھا جائینگے تو بھی رسول اللہ صلعم کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کرتا ۔ اور اگر تمام بستیوں میں ایک متنفس بھی میرا ہم خیال باقی نہ رہتا تو بھی اسامہؓ کا لشکر یقیناً بھیجتا کیونکہ یہ رسولِ خدا کی خواہش تھی"۔ اس کے بعد لشکر تیار کر کے روانہ کیا گیا ۔ حضرت اسامہؓ امیرِ لشکر تھے ۔ مگر ان کی عمر ۱۹ سال کی تھی ۔ بعض صحابہؓ نے اُن کی نوعمری کی بنا پر کسی اور کو سرِ لشکر کرنے کا مشورہ دیا ۔ تو مارے غصہ کے بیتاب ہو گئے ۔ اور فرمایا۔ "خدا تمہیں ہلاک کرے ۔ تم مجھے یہ ہدایت کرتے ہو کہ جس شخص کو رسول اللہ صلعم نے مقرر کیا ہو میں اُسے معزول کر دوں ۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا"۔ آخر یہ لشکر روانہ ہوا ۔ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے ۔ اور جناب صدیقؓ پا پیادہ ان کے ساتھ ان کو نصیحت کرتے جاتے تھے ۔ آخر لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "دس باتوں کا خیال رکھنا ۔ ۱ خیانت نہ کرنا۔ ۲ دھوکے بازی نہ کرنا ۳ امیر لشکر کی نافرمانی نہ کرنا ۴ کسی کے اعضاء مت کاٹنا ۵ بچوں بڈھوں اور مستورات کو

قتل نہ کرنا ع۶ کھجور یا کسی میوہ دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا ۔ ع۷ بکری ۔ گائے ۔ اونٹ کو بلا ضرورت نہ مارنا ع۸ گوشہ نشینوں کو اُن کے حال پر چھوڑنا ۔ ع۹ مکلف برتنوں میں تمہارے سامنے کھانے آئینگے اُن کو خدا کا نام لے کر کھانا ع۱۰ اور تم کو ایک ایسی قوم ملیگی جن کے سر کے بال بیچ میں سے منڈے ہونگے اور پٹھے چھوٹے ہونگے اُن کو تازیانہ کی سزا دینا ۔ جاؤ اب خدا کے بھروسے پر روانہ ہو جاؤ ۔ خدا تم کو دشمن کے حملہ اور بیماریِ طاعون سے محفوظ رکھے"۔

مؤرخین کا قول ہے کہ بظاہر عرب کی جو خطرناک حالت تھی اس میں اس لشکر کی روانگی سے خلیفہ کے عزم کی دھاک بندھ گئی اور قبائل کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں میں طاقت نہ ہوتی تو ان حالات میں کوئی لشکر مدینہ کی چاردیواری سے باہر نہ بھیجتے ۔

اس کے بعد ارتداد کا اہم سوال تھا ۔ عرب سے جوق جوق وفود آتے کہ زکوٰۃ معاف کی جاوے اور نماز ۔ روزہ حج بحال رہے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے حسبِ معمول مجلس شوریٰ قائم فرمائی ۔

تمام صحابہ کا جن میں حضرت عمرؓ جیسے بزرگ بھی شریک تھے یہ فیصلہ تھا کہ "اے خلیفۂ رسول لوگوں سے نرمی کیجئے"۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر حضرت عمرؓ کو مخاطب کرکے کہا "کہ تم جاہلیت میں تو بڑے جابر تھے۔ کیا اسلام میں آکر ذلیل ہو گئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے۔ میری زندگی میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ خدا کی قسم اگر زکوٰۃ میں کسی کے ذمہ ایک رسی کا ٹکڑا بھی نکلے اور وہ دینے سے انکار کرے تو میں جہاد کا حکم دونگا"۔ چنانچہ اس کے مطابق قاصد بھیجے گئے۔ لشکر تیار کئے گئے۔ کئی موقعوں پر لڑائیاں ہوئیں۔ اور آخر زکوٰۃ کا روپیہ باقاعدہ وصول ہونے لگ گیا۔ اس دوران میں ایک فوج کے امیر خود جناب خلیفہ ہوئے تھے۔ اور بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور فتحیاب ہو کر واپس آئے۔

اس کے علاوہ کئی جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہو چکے تھے۔ جن میں سے اسود عنسی طلیحہ اور مسیلمہ کذاب نے کافی زور پکڑ لیا تھا۔ اسود عنسی کا خاتمہ تو جناب رسول اللہ صلعم کی

زندگی میں ہو چکا تھا۔ مگر اس کی جماعت نے پھر زور پکڑ لیا تھا۔ چنانچہ ان کی خاطر خواہ سرکوبی کردی گئی۔

اب مسیلمہ کی سنو کہ اُس نے شراب اور زنا حلال کر دیا۔ اور جب سجاح نامی ایک عورت سے کہ وہ بھی مدعیۂ نبوت تھی نکاح کیا تو عشا و صبح دو وقت کی نماز بھی اس کے مہر میں معاف کردی اور طلیحہ نے حکم دیدیا تھا کہ نماز میں سجدہ معاف ہو گیا ہے۔ ان آسانیوں نے تازے تازے مسلمانوں کو مائل بہ ارتداد کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے واسطے لشکر روانہ کئے گئے۔ طلیحہ کے مقابلہ پر حضرت خالدؓ مامور ہوئے اور مسیلمہ کے مقابلہ پر حضرت عکرمہؓ اور انہیں حتی الوسع نرمی کی ہدایت کی گئی۔ حضرت خالدؓ کی مہم تو بغیر خونریزی کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی طلیحہ شکست کھا کر بھاگ گیا اور شام میں پہنچکر پھر تجدید اسلام کی اور خلافت ثانی میں مدینہ طیبہ میں آکر بیعت کی ۔

ادھر مسیلمہ کے مقابلہ میں حضرت عکرمہؓ کو ہزیمت اُٹھانی پڑی اس واسطے جناب

صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کے ماتحت دوبارہ ایک مہم اس کے مقابلے کو بھیجی اور عقربانامی میدان میں معرکۂ کارزار گرم ہوا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ افواجِ اسلامی کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ مسیلمہ حضرت خالدؓ کے خیمہ تک پہنچ گیا - اور آپ کی بی بی اُم تمیمؓ کو قتل کرنے لگا کہ کفار کے ایک قیدی نے اُسے روک دیا کہ عورتوں کو کیوں مارتے ہو - مردوں کا مقابلہ کرو - یہ واقعہ دیکھ کر مسلمانوں نے ایک دوسرے کو غیرت دلائی اور ایک نہایت شدید حملہ کیا گیا جس میں بہت سے صحابہ مثلاً حضرت زیدؓ بن خطاب حضرت حذیفہؓ حضرت براءؓ بن مالک برادرِ حضرت انسؓ حضرت قیسؓ بن ثابت شہید ہوئے - مگر فوج کے قدم جمے رہے - آخر حضرت عبدالرحمانؓ بن ابوبکرؓ کے تیر نے مسیلمہ کے سپہ سالار محکم بن الطفیل کا کام تمام کردیا - اس سے اگرچہ مرتدین کے حوصلے پست ہو گئے - مگر وہ مسیلمہ کے گردا گرد آ گئے اور نہایت بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کیا - آخر جناب سیف اللہ خود میدان میں نکلے اور صفوں کو

چیرتے مسیلمہ کی طرف بڑھے کہ وحشی (قاتل امیر حمزہ) نے مسیلمہ کا نشانہ کیا۔ جس سے وہ گر پڑا اور ایک انصاری دلیر نے اُس کا سر قلم کر دیا۔ دشمنوں میں شور مچ گیا کہ ایک حبشی نے ہمارے نبی کو مار ڈالا۔ اس سے مسیلمہ کی فوج کے رہے سہے ہوش بھی اُڑ گئے۔ اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ حضرت خالدؓ مع لشکرِ اسلام فاتح و کامران واپس ہوئے کیونکہ اس جنگ میں موضع حدیقہ کے قرب و جوار میں دس ہزار مرتدین مارے گئے۔ اس واسطے اس کا نام حدیقۃ الموت پڑ گیا۔ اس فتح کے بعد سارے عرب میں امن و امان ہو گیا۔ اور نو مہینہ کے قلیل عرصہ میں جناب ابو بکرؓ کی دور اندیشی سے تمام فتنہ کا کماحقہ السداد ہو گیا۔ جس کے روکنے کی تدابیر صحابہ کی مجلس شوریٰ کو سوائے جنابِ صدیقؓ کے محال نظر آتی تھیں۔ بعد ازاں یکے بعد دیگرے جناب خالدؓ کی سرکردگی میں لشکرِ اسلام نے ملکِ عراق کے تمام صوبے فتح کر لئے۔ حضرت خالدؓ کا

معمول تھا کہ جہاں پہنچتے اول تبلیغ اسلام کرتے بعدہٗ اگر اسلام قبول نہ کیا جاتا تو جزیہ طلب کرتے اور اس سے بھی انکار ہوتا تو جنگ کرتے چنانچہ اسی اصول پر علاقہ حیرہ کو فتح کر گے اسے اپنا صدر مقام بنایا۔ اور اپنی فتوحات کے سلسلہ کو فارس اور شام کی حدود تک پہنچا دیا۔

۱۲ھ ہجری میں جناب خلافت مآب حج کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے۔ اور اپنی غیر حاضری میں فرائض خلافت حضرت عثمانؓ بن عفان کے سپرد کر گئے۔

حج سے فارغ ہو کر جناب صدیقؓ نے سلطنت روم کی طرف توجہ کی۔ اور ہرقل کی سرکوبی کا ارادہ کیا۔ کہ اس کی فوج نے جناب جعفر طیارؓ کو شہید کیا ہوا تھا۔ اور رسولِ خدا صلعم نے اس کے قصاص کا حکم دیا ہوا تھا۔ چنانچہ ملکِ شام پر لشکر کشی ہوئی۔ اور حضرت خالدؓ بن سعید کو سپہ سالار کیا گیا۔ مقابلہ پر پہنچ کر جناب خالد بن سعید نے کمک طلب کی تو چار فوجیں زیر کمان حضرات ابو عبیدہؓ

شرحبیلؓ بن حسنہ یزیدؓ بن ابو سفیان اور عمرو بن العاصؓ ان کی مدد کو بھیجی گئیں ۔ جو مختلف اطراف سے دشمن کے سامنے آئیں ۔ ہرقل یہ سن کر خود شام میں پہنچا ۔ اور حمص میں قیام کیا ۔ اور ایک لاکھ کے قریب فوج میدان میں اتار دی ۔ مقابلہ ہوتا رہا اور تین مہینے گذر گئے ۔ آخر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو مراسلہ بھیجا ۔ کہ عراق کے امور کا چارج مثنےؓ کو دے کر شام کے جنگ میں حاضر ہو جاؤ ۔ جناب سیف اللہؓ نے اس حکم کی فوری تعمیل کی اور اس سرعت سے مقام جنگ یعنی اجنادین پہنچے ۔ کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں ناکارہ ہو گئے ۔ مسلمانوں کی جمعیت اب چھیالیس ہزار تھی ۔ یہ پہلی جنگ تھی جو مسلمانوں کو ایک عظیم الشان سلطنت سے کرنی پڑی ۔ جب حضرت خالدؓ میدان میں نکلے تو رومیوں کے جرنیل مسمی جرجہ نے باہمی پناہ لے دے کر چند سوالات کئے ۔ اور ان کا جواب پاکر مسلمان ہو گیا ۔ رومیوں نے یہ سنتے ہی حملہ

کر دیا - جرجہ جناب خالدؓ کے پہلو بہ پہلو لڑ کر شہید ہوئے - جنگ بڑے زور سے جاری رہی - تا آنکہ نماز مغرب (جو تنگ وقت پر ہوئی) سے پیشتر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس لڑائی میں مسلمان بیبیوں نے بھی حصّہ لیا - اس شاندار فتح سے رومیوں پر مسلمانوں کے رعب و داب کا پورا سکّہ بیٹھ گیا - اور آئندہ کی فتوحات کے دروازے کھل گئے - البتہ دورانِ جنگ میں مدینہ منورہ سے حضرت خالدؓ کے نام ایک مراسلہ پہنچا تھا - جس میں حضرت خلافت پناہ کی رحلت کے سانحہ ہوشربا کی خبر درج تھی ٭

اس واقعۂ جانکاہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۷، جمادی الثانی ۱۳ھ کو حضرت ابوبکرؓ نے جب غسل فرمایا تو سرد ہوا چل رہی تھی - سردی کی وجہ سے بخار ہو گیا جو دو ہفتہ تک رہا - مرض کی شدت دِن بدن بڑھتی گئی - یہاں تک کہ مسجد آنے سے معذور ہو گئے - اور امامت جنابِ عمرؓ کے سپرد کر دی -

جب یہ یقین آگیا کہ اب صحت کی امید نہیں تو اپنے جانشین کی فکر ہوئی ۔ خود بھی سوچا اور جملہ صحابہؓ سے بھی مشورہ کیا ۔ اور آخر قرار دیا کہ میرے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا لینا ۔ یہیں تک بس نہ کی بلکہ ایک روز اپنے کوٹھے کی چھت پر جو مسجد نبوی کے پاس تھا تشریف لے گئے ۔ نیچے لوگوں کا مجمع تھا اُن سے خطاب کیا کہ "کیا جس کو میں ولیعہد کروں اُس کو پسند کروگے ۔ خدا کی قسم میں نے بغایت غور کی ہے ۔ اور اپنے کسی رشتہ دار کو بھی تجویز نہیں کیا ۔ میں عمرؓ بن الخطاب کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں ۔ پس میرا کہنا سنو اور مان لو" سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا ۔ اس کے بعد نیچے اُترے اور حضرت عثمانؓ کو اس معاہدہ کی تحریر کا حکم دیا ۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ کو طلب فرمایا اور جو کچھ سمجھانا تھا سمجھایا ۔ اور پھر ہاتھ اُٹھا کر اپنی بریت کے لئے اور جناب فاروقؓ کے حق میں بارگاہ خدا تعالیٰ میں دعا کی اور کہا

اے عمرؓ یاد رکھو۔ کوئی مصیبت یا تکلیف تم کو خدمتِ دین سے نہ روکے رسولِ خدا کی رحلت سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت آسکتی ہے۔ تاہم خدا کی قسم اگر میں اس دن اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں ذرا غفلت کرتا تو اللہ تعالیٰ ہم کو تباہ کر دیتا۔ اور مدینہ میں وہ آگ بھڑکتی جو کسی کے بجھائے نہ بجھتی۔ پھر اپنے وظیفہ کا حساب کیا اور معلوم ہوا کہ بیت المال کا کچھ روپیہ آپ کے ذمہ ہے۔ حکم ہوا کہ میری زمین بیچ کر ادا کیا جائے۔ ہرچند کہ وہ کسی ذاتی غرض پر خرچ نہیں ہوا تھا۔ مگر پھر بھی حسب ارشاد زمین بیچ کر داخل خزانہ کیا گیا۔ وفات کے قریب اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا کہ رسُولِ خدا کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ اور جب جواب ملا کہ تین میں تو حکم دیا مجھے بھی تین کپڑے کا کفن دینا دو چادریں جو میرے جسم پر ہیں ان کو دھو لینا اور ایک نئی لے لینا۔ جنابِ صدیقہؓ

بولیں کیا ہم نیا کپڑا نہیں خرید سکتے۔ فرمایا "اے لختِ جگر نئے کپڑے زندوں کے لئے زیادہ درکار ہیں"۔ پھر کہا کیا آج دو شنبہ نہیں۔ جب جواب مثبت میں ملا تو فرمایا رسول اللہؐ نے اسی روز وفات پائی تھی مجھے یہی اُمید ہے۔ آخری کلام تھی۔ "اے خدا میری موت اسلام پر ہو۔ اور مجھے صالحین سے ملانا"۔ تاریخ وفات ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ تھی یوم دو شنبہ وقت مابین مغرب و عشا تھا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جنابہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں پہلوئے پیغمبرؐ میں دفن ہوئے۔ انا للہِ و انا الیہ راجعون۔

۵۔ ازواج و اولاد

حضرت ابوبکرؓ نے چار شادیاں کیں۔ دو زمانۂ جاہلیت میں اور دو اسلام لانے کے بعد۔ جن کی ترکیب و اولاد حسب ذیل ہے:۔

(۱) قتیلہ۔ یہ قبیلۂ بنی عامر سے تھیں۔

اسلام سے مشرف نہ ہوئیں اور ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں۔ اس شادی سے ایک بیٹا عبد اللہ رضؓ اور ایک لڑکی حضرتِ اسماءؓ ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضؓ غزوۂ طائف میں رسولِ خدا صلعم کے ہمرکاب تھے۔ کہ پاؤں پر تیر کا زخم لگا۔ جس کے صدمہ سے ۱۱ھ میں وفات پائی۔ اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ حضرت اسماءؓ وہی ہیں جن کو دربارِ رسالت سے ذو النطاقین کا خطاب ملا۔ آپ کل سترہ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں۔ آپ کا نکاح حضرت زبیرؓ سے ہوا۔ جن کی اولاد کا سلسلہ قائم رہا۔ حضرتِ اسماءؓ جنابِ صدیقؓ کی سب سے بڑی لڑکی تھیں۔

(۲) اُم رُومان ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ میں رہیں۔ اور جناب رسول صلعم کے اہل بیت کے قافلہ میں مدینہ میں تشریف لائیں جس ذی الحجہ ۶ھ میں وفات پائی کیونکہ جناب رسالت مآب کی خوشدامن تھیں اس لئے سرکار نے اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ آپ کے بطن سے ایک لڑکا عبد الرحمٰنؓ پیدا ہوا جو جنابِ صدیقؓ کی اولاد میں سب سے بڑا

تھا۔ اِن سے سلسلۂ نسل برابر چلتا رہا۔ اور ایک لڑکی حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں۔ جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ اور تمام ازواجِ مطہرات سے رسول اللہؐ کی زیادہ محبوب تھیں۔ آنجنابہ کا علم و فضل مسلم ہے۔ خلفائے راشدین آپ سے فتویٰ حاصل کرتے تھے۔ اور آپ کا شمار اُمت کے فقیہوں میں سے ہے +

(۳) اسماء بنت عمیس سے ؁ھ میں شادی کی اور یہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد زندہ رہیں +

محمدؐ ابن ابوبکرؓ ان ہی سے ہیں۔ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ جنابِ قاسمؓ جو سات مشہور فقہا میں سے ایک ہیں آپ ہی کے فرزند تھے۔ ان کی اولاد کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

(۴) حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ آپ کی آخری بی بی تھیں۔ اور یہ بھی حضرت صدیقؓ کی وفات پر زندہ تھیں۔ آپ کے ہاں جنابِ صدیقؓ کی وفات کے بعد ایک لڑکی ہوئی جن کا نام اُمِّ کلثومؓ تھا +

۶- فضائل و اخلاق

تمام اکابر صحابہ میں سے یہ فضیلت جناب صدیقؓ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کی چار پشتیں صحابۂ رسولؐ خدا ہیں - یعنی آپ کے والد حضرت ابو قحافہؓ جناب صدیق اکبرؓ - حضرت عبد الرحمنؓ بن ابو بکرؓ و حضرت محمدؓ بن عبد الرحمن - رسول اللہ صلعم کے بعد آپ پہلے امام نماز - اور پہلے ہی امیر حاج ہیں - اور یہ دونوں فضیلتیں خود رسولِ خدا کی عنایت تھیں ؛

بالغ مسلمانوں میں آپ کا نمبر بالتحقیق اوّل ہے - اور یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہے کہ جب آپ کے سامنے اسلام پیش کیا گیا - تو آپ نے فوراً بلا جھجک و بلا تامل اُس کو قبول کیا -

آپ اُن شخصیتوں سے ہیں جن کو بعثت سے پہلے رسولِ خدا کی رفاقت کا فخر حاصل تھا -

آپ کا جان و مال اور اولاد سب کچھ رسول صلعم کے حکم پر قربان تھا - چنانچہ خود آنحضرتؐ دمِ واپسیں تک آپ کے اس احسان کو دہراتے

رہے *

مکہ میں دنیائے اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی بنا آپ ہی نے ڈالی اور مدینہ میں مسجدِ نبوی کی زمین آپ ہی کی دس اشرفیوں کی مرہونِ منت ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین کی آیۂ مبارکہ سے یاد کیا۔ اور آپ رسولِ خدا کے یارِ غار تھے۔ اور جملہ انتظامِ ہجرت آپ کے اہتمام سے ہُوا۔

اُحد کے دل شکن ہنگامہ میں سب سے پہلے جنابِ رسالتمآب کو آپ ہی نے شناخت فرمایا۔ اور پھر آپ کی حفاظت کے لئے معہ دیگر صحابۂ کرام سینہ سپر رہے *

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جس ایمان و ایقان اور اطمینانِ قلب کا ثبوت دیا اگر وہ صدیقیت کی شان ہے تو جناب رسالت پناہ کی وفات پر جس جذبہ کا اظہار کیا وہ موحدیت کی روح ہے *

اتباعِ رسولؐ کا یہ حال تھا کہ مرتے دم تک کفن دفن میں بھی اس کا خیال رہا۔ اور عشقِ نبوت کے وہ پہلے پروانہ تھے کہ خاتمِ نبوتؐ کے یومِ وصال کو مرنے کی آرزو تھی جو ایزدِ متعال

نے پوری کی - قرآن مجید کو یکجا جمع کرا کر محفوظ کرانا بھی آپ ہی کے زمانہ کی نعمت ہے۔ اخلاق میں جناب رسالت مآب کے نمونہ تھے چنانچہ جو استقلال فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے میں دکھایا - تمام صحابہ بھی مجلسِ شوریٰ میں اس کے متحمل نہ ہو سکے - سیف اللہ حضرتِ خالدؓ کہا کرتے تھے - "لوگو! خلیفۃ الرسول کی رائے ساری اُمت کی رائے سے وزن دار ہے" ؎

انکساری دیکھئے - اسلامی دُنیا خلافت پیش کر رہی ہے - آپ حضرتِ عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو پیش کر رہے ہیں - آپ کا خطبۂ خلافت اس امر کی بہترین شرح ہے +

خلافت سے پیشتر آپ مدینہ کے محلہ سنخ میں ہمسایوں کی بکریاں چرا لایا کرتے - دودوہ دِیا کرتے تھے - خلافت کے بعد جب اس محلہ میں آئے تو لوگوں نے کہا کہ اب خلافت میں ہمارے کام نہیں کرینگے - تو جوابدیا کہ ضرور کروں گا - چنانچہ لوگوں سے دریافت کرتے کہ بکریاں چرانی ہیں یا دُودھ دوہنا ہے تو بتاؤ تاکہ میں تمہارے یہ کام

کر دوں - روزی کا یہ حال تھا کہ خلافت کے پہلے چھ ماہ برابر کپڑے کی گٹھڑی کندھوں پر اٹھائے بازاروں میں فروخت کرنے کو لئے پھرتے تھے - جب کثرت کار سے اس کام کو چھوڑ دیا تو مسلمانوں کی رائے سے بہت قلیل وظیفہ بیت المال سے لینا شروع کیا ۔

ایک موقعہ پر ایک بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی - فرمایا کہ بیت المال اس غرض کے لئے نہیں - ان بی بی صاحبہ نے روزانہ خرچ سے کچھ بچا کر چند روز بعد ہی شیرینی منگوائی - آپ نے دریافت کیا کہ روزانہ کس قدر بچاتی رہی ہو اور جو جواب ملا اس کے مطابق بیت المال سے اپنا وظیفہ کم کر لیا - اللہ اکبر کیا قناعت تھی - خدارا ان واقعات پر غور کرو - اور بتاؤ کہ تاریخ دنیا ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے - رضی اللہ عنہٗ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً

چہار یار
نمبر ۲
حضرت عمر فاروق رضؓ

۱۔ ولادت سے قبول اسلام تک

حضرت ابو بکرؓ کی طرح جناب عمرؓ فاروق بھی خاندان قریش سے ہیں۔ آپ کا نسب حسب ذیل ہے:۔

عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب عدی کے دوسرے بھائی مرہ بن کعب تھے۔ جو حضرت ابو بکرؓ کے اجداد سے ہیں۔ اس طرح جناب فاروقؓ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں

حضرت صدیقؓ اور ساتویں پشت میں جناب رسول اللہؐ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی خاندانی ریاست و شرافت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب جناب رسول اللہؐ کے دادا عبدالمطلب اور حرب بن اُمیہ میں سرداریٔ قریش کا تنازعہ ہوا تو دونوں فریقوں نے حضرت عمرؓ کے دادا نفیل کو ثالث مقرر کیا۔ اور نفیل نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے علاوہ سفارت قریش کی خدمت بھی حضرت عمرؓ کے خاندان کے سپرد تھی۔ آپ کی والدہ کا نام غنمۃ بنت ہشام ابن المغیرہ تھا اور مغیرہ اس قدر ممتاز تھے کہ جب قبیلۂ قریش کو کسی سے لڑائی پیش آتی تو فوج کا جملہ اہتمام و انتظام ان کے سپرد ہوا کرتا تھا۔ اس طرح جناب فاروقؓ ننھیال و ددھیال دونوں طرف سے قریش کے معزز و ممتاز خاندانوں کے چراغ تھے۔

حضرت عمرؓ کی پیدائش سنہ ھ سے چالیس سال قبل ہوئی۔ اور آپ کی پیدائش پر حسب معمول قریش میں بڑی خوشی منائی گئی۔ بچپن کے حالات بہت کم معلوم ہوئے ہیں کیونکہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ ایک دن فاروق اعظم کے لقب سے ملقب ہوگا۔ اور عالم اسلامی میں کیا دنیا بھر میں

روزِ قیامت تک اس کا ثانی پیدا نہ ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ درشتیٔ مزاج جنابِ عمرؓ کو وراثتاً پہنچی تھی۔ کیونکہ جب سن رشد کو پہنچ کر باپ نے رؤسائے قریش کے دستور کے مطابق اُن کو مویشی چرانے کی خدمت پر مامور کیا تو یہ بیچارے سارا دن اونٹ بکریاں چراتے گئے بعد بھی اگر کبھی تھک کر بیٹھ جاتے تو خطاب اُن کو بڑی بے رحمی سے سزا دیتے۔ اور نہایت سختی کا سلوک روا رکھتے۔

حضرت عمرؓ جب جوان ہوئے تو نسب دانی کا فن اپنے باپ سے سیکھا۔ اور پہلوانی میں یہ کمال حاصل کیا کہ عکاظ کے سالانہ میلوں میں جہاں ہر قسم کی خوبیوں اور کمالات کی نمائش ہوا کرتی تھی۔ آپ دنگل لڑا کرتے تھے۔ آپ کی شاہسواری بھی ضرب المثل تھی۔ ان فنون کے علاوہ قبیلۂ قریش کی موروثی خدمت یعنی سفارت آپ کے سپرد تھی۔ اور ظاہر ہے کہ قریش یہ خدمت اسی شخص کو سپرد کیا کرتے تھے۔ جو فہم و فراست اور تقریر میں اعلیٰ پایہ رکھتا تھا۔ آپ کو شعر پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ چیدہ چیدہ شاعروں کا عمدہ کلام آپ کو ازبر تھا۔ جوانی میں آپ

لئے لکھنا پڑھنا سیکھا اور یہ وہ امتیاز تھا جو قبیلۂ قریش میں معدودے چند آدمیوں کو نصیب تھا - مؤرخین لکھتے ہیں کہ جن دس بیس آدمیوں کو تمام قریش میں لکھنا آتا تھا اُن میں ایک حضرت عمرؓ بن الخطاب تھے *

جملہ سردارانِ قریش کی طرح آپ کا ذریعہ معاش بھی تجارت ہی تھا - چنانچہ اس غرض کے لئے آپ نے شام و عراق میں بڑے بڑے سفر کئے اور وہاں کے بادشاہوں اور رعایا کے حالات کو بنظرِ عمیق دیکھتے رہے - عرب میں جب کبھی کسی خارجی ملک کی طرف سے اندیشہ لاحق ہوتا تو جنابِ فاروقؓ ہی سفیر بن کر جایا کرتے تھے -

جب آپ کی عمر ستائیس سال کی ہوئی تو جناب محمدؐ عربی روحی فداہٗ کو نبوت عطا ہوئی - اور اشاعت دینِ حقہ شروع ہوگئی - حضرت عمرؓ کے خاندان میں سب سے پیشتر آپ کے چچا زاد بھائی زید کے بیٹے سعیدؓ نے اسلام قبول کیا - اور ان کی شادی حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ فاطمہؓ سے ہوگئی اور جناب فاطمہؓ اسی زوجیت کے تعلق کی وجہ سے مسلمان ہوگئیں - اس کے علاوہ نعیمؓ بن عبداللہ جو حضرت عمرؓ کے یکجدیوں میں سے تھے وہ بھی

مشرف باسلام ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اس نئے دین سے متنفر تھے اور جو کوئی قریش میں سے اسلام قبول کرتا اس کے دشمن ہو جاتے چنانچہ جب آپ کی ایک لونڈی لبینہؓ نام مسلمان ہو گئی۔ تو آپ اس کو اسقدر مارتے کہ لہو لہان ہو جاتی۔ غرض کہ جو مسلمان آپ کو ملتا اُس کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے۔ آخر جب دیکھا کہ نئے دین کا روز بروز چرچا ہو رہا ہے تو ایک دن تلوار لے کر نکلے کہ اس کے بانی کا کام تمام کردیں راستہ میں جناب نعیمؓ نے پوچھا کدھر جاتے ہو۔ جواب دیا کہ نئے نبی کا قصہ پاک کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت نعیمؓ نے فوراً کہا۔ کہ "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعیدؓ تو اسی نبی کے پیرو ہو گئے ہیں۔" یہ سننا تھا کہ اپنے بہنوئی کے گھر آ دھمکے۔ گھر والے تلاوتِ قرآن فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو آتے دیکھ کر اوراقِ قرآن چھپا لئے۔ حضرت عمرؓ نے آواز سُن لی تھی۔ آتے ہی بہن سے پوچھا کیا پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کچھ نہیں۔ تو کہا مجھے علم ہو چکا ہے کہ تم دونوں بیدین ہو گئے ہو۔ اور یہ کہتے کے ساتھ ہی بہنوئی سے لپٹ گئے اور اُنہیں خوب پیٹا۔ جب ہمشیرہ خاوند کو چھڑانے آئیں تو اُنہیں بھی زدو کوب کیا۔

یہاں تک کہ دونوں بیوی میاں خون آلودہ ہو گئے
اسی اثنا میں بہن نے چلّا کر کہا کہ عمر جو دل چاہے
کرو۔ مگر اسلام نے اب ہمارے دل میں ایسا
گھر کر لیا ہے کہ کسی طرح نہیں نکل سکتا۔ بہن
کے یہ الفاظ سُن کر حضرت عمرؓ ایسے متاثر
ہوئے کہ باصرار اُس سے وہ کلام سُننی چاہی۔
جو وہ پڑھ رہی تھی۔ فاطمہؓ قرآن کے اوراق
اُٹھا لائی۔ اور پڑھنا شروع کیا۔ اُدھر فاطمہؓ
کے مُنہ سے الفاظ نکلتے تھے اِدھر جنابِ عمرؓ
متاثر ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ چند
آیات ہی پڑھی گئی تھیں کہ بے ساختہ بول اُٹھے
اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

اہلِ قریش نے ان دنوں رسولِ خدا سے
مقاطعہ کیا ہؤا تھا۔ اور آپ ارقمؓ کے مکان میں
کوہِ صفا کے دامن میں رہائش رکھتے تھے۔
حضرت عمرؓ نے بہن کے مکان سے اُٹھ کر سیدھا
جنابِ ارقمؓ کے مکان کی راہ لی۔ آستانۂ مبارک
پر جو پہنچے تو دروازہ اندر سے بند تھا
اور مجلسِ تبلیغ قائم تھی۔ دستک دینے
پر صحابہ نے دروازہ کی درزوں سے دیکھا
کہ عمرؓ ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے ہیں دروازہ

کھولنے میں تامل ہُوا - تو حضرت امیر حمزہ رضؓ نے فرمایا "کھول دو - اگر ہدایت حاصل کرنے آیا ہے - تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اُڑا دیا جائے گا" چنانچہ دروازہ کھولا گیا اور حضرت عمر رضؓ نے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ رسُولِ خدا نے آگے بڑھ کر پوچھا "عمر کس لئے آئے ہو" - تو نہایت مودبانہ لہجے میں جواب دیا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے - اسپر آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کرام نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ کوہِ صفا اور ارد گرد کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں +

قبولِ اسلام کے وقت حضرت عمر رضؓ کا سن تینتیس سال کا تھا - اور یہ واقعہ نبوت کے چھٹے سال میں ہُوا +

۲ - قبولِ اسلام سے خلافت تک

حضرت عمر رضؓ کا اسلام لانا تھا کہ تبلیغ اسلام علانیہ شروع ہو گئی - ادھر کفار نے بھی مقابلہ کے لئے خوب تیاریاں کیں - اور مخالفت کرنے پر اُدھار کھا بیٹھے - چنانچہ چھ سات

سال اسی کشمکش اور پریشانیوں میں گذرے۔ آخر جب مکہ میں مسلمان بہت تنگ آ گئے اور مدینہ منورہ میں اسلام کی روشنی کافی پھیل گئی تو رسول اللہ صلعم نے صحابہ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پہلے گروہ میں حضرت بلالؓ و حضرت ابو سلمہؓ و حضرت عمارؓ بن یاسر وغیرہم نے ہجرت کی اور ان سے کوئی بیس یوم بعد حضرت عمرؓ حضرت سعیدؓ وغیرہم نے مؤخر الذکر گروہ نے مقامِ قباء میں جس کو عوالی بھی کہتے ہیں اور جو مدینہ سے باہر دو تین میل کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا۔ تا آنکہ جب رسول اللہ صلعم نے تین چار ماہ بعد خود ہجرت فرمائی۔ تو بہت سے مہاجرین کے رہنے سہنے کا انتظام مدینہ منورہ میں ہو گیا جب مہاجرین و انصار کا سلسلۂ مواخاۃ قائم کیا گیا تو حضرت عمرؓ حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری کے بھائی قرار پائے۔ جو قبیلہ بنی سالم کے سردار تھے۔ حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد گو قبا ہی میں مقیم رہے مگر بالالتزام ہر دوسرے روز خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور سارا دن حضور کی خدمت میں بسر کرتے۔ اُن کی غیر حاضری کے دن ان کے

انصاری بھائی عتبانؓ بن مالک یہ فرض ادا کرتے اور جو کچھ گذرتا آکر حضرت عمرؓ کو بتا دیتے۔ کیونکہ مسلمان تمام شہر مدینہ میں پھیل گئے تھے۔ اور ان کی نماز کے لئے مسجدِ نبوی میں آنا لازمی تھا۔ اس لئے اعلان نماز کا طریقہ معین کرنا ضروری ہوا۔ چنانچہ جب آنحضرت نے اس کا انتظام کرنا چاہا تو کسی نے آدمی بھیج کر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی رائے دی اور کسی نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ناقوس پھونکنے یا گھڑیال بجانے چاہئیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آن پہنچے اور انہوں نے مشورہ دیا کہ ایک آدمی بآواز بلند اعلان کرنے پر مقرر کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اس سے اتفاق فرمایا۔ اور اُسی وقت حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ کے لئے یہ بات یقیناً قابلِ فخر ہے کہ اذان کا فیصلہ جو اسلام کے رکن اعظم یعنی نماز کی تمہید ہے اُن کی رائے کے موافق ہوا +

آئندہ جو واقعات جناب عمرؓ کو پیش آئے وہ سیرۃ النبیؐ اور جناب ابو بکرؓ کی سوانحعمریوں سے مشترک ہیں۔ لہٰذا ان کا اس قدر خلاصہ

درج کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت
فاروق رضؓ نے ان میں کیا کیا حصہ لیا۔
غزوۂ بدر میں جناب عمرؓ اپنے بارہ آدمی
لے کر شریک ہوئے۔ اور ان کے رعب و داب
کا یہ حال تھا کہ دشمنوں میں ان کے قبیلہ کا
ایک آدمی شامل نہ ہوا تھا۔ نیز جس شخص نے
غزوۂ بدر میں سب سے پہلے جام شہادت نوش
کیا وہ آپ کے غلام حضرت مہجعؓ تھے اور
عاصی بن ہشام جو آپ کا ماموں تھا آپ کے
ہاتھوں قتل ہوا۔
غزوۂ اُحد میں جب شہادت جناب رسول
صلعم کی افواہ اُڑی تو جنابِ عمرؓ ہراساں ہو
گئے۔ مگر جب اس افواہ کا غلط ہونا ثابت
ہوا تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے
پھر جب خالدؓ اس مقامِ کوہ کی طرف آئے۔
جہاں رسول اللہؐ تشریف فرما تھے تو حضرت عمرؓ
نے چند مہاجرین و انصار کو ساتھ لیا اور خالدؓ
کو جو ابھی سردار کفار تھے ہٹا دیا۔
اسی سال ۳ھ کا واقعہ ہے کہ جنابِ فاروقؓ
کی دخترِ نیک اختر جنابہ حفصہؓ کا نکاح رسول خدا
صلعم کے ساتھ ہوا۔ حضرت عمرؓ کی یہ لڑکی

خنیس بن حذافہ کی بیوہ تھیں ۔

غزوۂ خندق سنہ ۵ھ کا واقعہ ہے کہ رسول کریمؐ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر یہود کے قبیلہ بنو نضیر کی طرف بغرض استعانت تشریف لے گئے ۔ اور ایک بدبخت نے چھت پر سے آپ پر ایک بھاری پتھر کی سِل گرانے کا ارادہ کیا ۔ حضور پُر نور اس کا ثبوت پاکر واپس تشریف لے آئے اور یہود کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا یہود خیبر میں جا بسے اور مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے ۔ ادھر قریش نے موقع پاکر مدینہ پر دس ہزار آدمیوں کے ساتھ چڑھائی کردی ۔ یہ خبر پاکر جناب رسالتمآبؐ نے مدینہ کے گرد ایک خندق سنہ ۵ھ میں کھدوائی جس کی حفاظت کے لئے ایک حصہ پر حضرت عمرؓ کو معین کیا گیا جنہوں نے نہایت شجاعت سے کفار کا مقابلہ کیا ۔ اس حصہ پر آجتک ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد عمرؓ ہے ۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ پہلے جناب صدیقؓ کے حالات میں گذر چکا ہے ۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنا ہم خیال نہ پایا ۔ تو وہ شرائط جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں دیکھکر

اُن سے نہ رہا گیا ۔ لہٰذا ایک بہادر اور صاف دل مسلمان کی طرح اُنہوں نے رسُول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ " اے محمد صلعم آپ اللہ کے سچے رسول ہیں ۔ اور آپ کے اور ہمارے دشمن کافر۔ مشرک اور آپ کے مکذّب ہیں تو پھر ہم یہ ذلیل شرائط کیوں منظور کریں۔" آنحضرت کا ارشاد تھا کہ "میں خدا کا رسول ہوں اور اس کا حکم یہی ہے اس لئے میں اس کے خلاف نہیں کرتا۔" یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔ اور عہد نامہ پر دستخط کر دیئے ۔ چونکہ یہ سوال جواب دربارِ رسالت کی بے ادبی پر محمول کئے گئے اس لئے آپ نے بعد میں ان کے کفارہ کے لئے غلام آزاد کئے ۔ روزے رکھے اور صدقات دیئے اور ہمیشہ اس سوءِ ادبی پر پریشان و نادم رہے ۔ دیکھو کہ آپ کے اتقا کا کیا درجہ تھا۔

اس زمانہ تک غیر مسلم عورتوں سے نکاح جائز تھا مگر اس وقت درگاہِ خداوندی سے اس کی حرمت کا حکم نازل ہُوا اور حضرت عمرؓ نے اپنی دو بیویوں کو جو مشرف باسلام نہ ہوئی تھیں طلاق دیدی ۔

غزوۂ خیبر ۷؁ھ میں پیش آیا اور جب سب قلعے

فتح ہو گئے اور ایک باقی رہ گیا جس کو حضرت ابوبکرؓ سر نہ کر سکے تو بجائے حضرت ابوبکرؓ کے اس کا فتح کرنا حضرت عمرؓ کے سپرد ہوا - اور جب آپ بھی کامیاب نہ ہوئے تو آخر جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھوں یہ عقدہ کشائی ہوئی - جس کا ذکر آگے آئیگا - اس لڑائی میں مالِ غنیمت سے ایک ٹکڑا اراضی جس کو ثمغ کہتے تھے حضرت عمرؓ کے حصہ میں آیا - جس کو آپ نے خدا کی راہ میں وقف کر دیا - اسی سال حضرت عمرؓ کو قبیلۂ ہوازن کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا جو حضرت عمرؓ کا نام سنتے ہی بھاگ گئے ❖

فتح مکہ - جب کفار نے صلح حدیبیہ کی شرائط میں کسی کی خلاف ورزی کی تو ابوسفیان رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا - آپ نے اسے کچھ جواب نہ دیا - وہ دِل برداشتہ ہو کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت عمرؓ نے اُسے ایسی سختی سے جوابدیا کہ وہ نا اُمید ہو کر واپس چلا گیا - اُدھر آنحضرتؐ نے مکہ پر قبضہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں - آخر جب مکہ فتح ہو گیا تو جناب سرورِ عالم حضرت عمرؓ کو ساتھ لیکر مقامِ صفا پر بیٹھے اور وہاں ہزارہا لوگوں سے بیعت لی -

جب عورتوں کی باری آئی تو کیونکہ آنحضرت صلعم نامحرم عورتوں کے ہاتھ سے مس نہیں کرتے تھے۔ اس لئے حکم دیا کہ وہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں چنانچہ تمام مستورات نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر جنابِ سرورِ کائنات سے بیعت کی۔

غزوۂ حنین - فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف واپسی کے وقت پیش آیا۔ تفصیل پہلے گذر چکی ہے کہ سوائے معدودے چند کے تمام صحابہ بھاگ نکلے اور جو ثابت قدم رہے اُن میں جناب عمرؓ بھی شریک ہیں۔

غزوۂ تبوک - نہایت تنگی کے وقت پیش آیا۔ اس لئے جنابِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ نے صحابہ کو چندہ کی ترغیب دی چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے کل مال و اسباب کا نصف جناب رسالتمآبؐ کی نذر کیا۔

اسی سال سنہ ۹ھ میں حضرتِ خیر البشرؐ نے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر اپنی بیویوں سے خلوت اختیار فرمائی اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپ نے امہات المومنین کو طلاق دے دی۔ کسی کو دربارِ رسالت میں دم مارنے کی جگہ نہ تھی آخر جنابِ عمرؓ نے جرأت کی مگر دو دفعہ باریابی

نہ ہوئی - جب تیسری مرتبہ بھی دربان نے اجازت
نہ دی تو باآواز بلند پکارے "کہ خدا کی قسم میں
اپنی بیٹی کی سفارش کے لئے نہیں آیا - اور اگر
رسول اللہؐ حکم دیں تو ابھی اس کی گردن مار
دوں"- یہ سن کر حضور نے فوراً اندر بلا لیا -
اور جنابِ فاروقؓ کے سوال پر فرمایا کہ میں نے
اپنی بی بیوں کو کوئی طلاق نہیں دی حضرت عمرؓ
نے اجازت لے کر تمام صحابہؓ کو جو اس افواہ
کو سن کر سوگوار رہتے تھے یہ خوشخبری سنائی اس
وقت صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کو بارگاہ
رسالت میں اتنا قرب ہے - کہ آپ رسولِ خدا صلعم
کے حرم کے معاملات میں بھی دخل دے سکتے
ہیں - اس کے بعد حجۃ الوداع میں رسولِ اکرمؐ
کے ہمراہ رہے - اور جب واپسی پر آنحضرت
مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اکثر اُن کی
خدمت میں رہے - مشہور ہے کہ دورانِ مرض
میں جناب رسول اللہؐ نے کاغذ قلم دوات مانگی
اور حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اس کے دینے سے
روک دیا - مولانا شبلی نے اس اعتراض کو دلائلِ
قاطع اور براہین ساطع سے غلط ثابت کر دیا ہے
جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

(۱) اس واقعہ سے چار دن بعد تک آنحضرتؐ زندہ رہے اور وفات سے دو دن پیشتر بظاہر تندرست معلوم ہوتے تھے۔ اور اگر واقعی کچھ تحریر کی ضرورت ہوتی تو بآسانی کر سکتے تھے کیونکہ اس واقعہ کے بعد حضرت نے دو دفعہ مسجد نبوی میں خطبہ دیا تھا ؛

(۲) تمام بیماری میں اختلال حواس کا کوئی قصّہ کسی معتبر روایت سے نہیں ملتا۔

(۳) یہ حدیث مختلف طریقوں سے صرف حضرت عبد اللہؓ ابن عباس ہی سے مروی ہے جن کی عمر اس وقت چودہ برس کی تھی اور جن کا بیان ہے کہ وہاں کئی اور صحابہ موجود تھے لہٰذا امکان غالب ہے کہ جناب عبد اللہؓ بن عباس کو غلط فہمی ہوئی ہو ؛

(۴) سب سے بڑھ کر یہ کہ خود عبد اللہؓ ابن عباس کا موجود ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں۔

اندریں حالات جناب عمرؓ کی طرف یہ گستاخی منسوب کرنا قرین قیاس نہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو جناب نبی کریمؐ سے جو عشق تھا اور جس طرح حضور کی جدائی آپ پر شاق گذری اس کا حال گذر چکا ہے۔ کہ آپ از خود رفتہ شمشیر برہنہ لئے پھرتے تھے۔

کہ جو شخص یہ کہیگا کہ حضور سرورِ عالمؐ فوت ہو گئے ہیں ۔ اس کا سر اڑا دیا جائیگا حتیٰ کہ جناب ابو بکرؓ نے اس معمہ کو حل کر دیا ۔ اس کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب خلافت کے واسطے حضراتِ انصار نے جو مشورہ کیا تھا اس کا مفصل ذکر پہلے گذر چکا ہے ۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ حضرتِ عمرؓ نے اپنے پر جنابِ ابو بکرؓ کو ترجیح دی اور ان کی بیعت کر کے ایک بڑے اُٹھتے ہوئے فتنہ کو دبا دیا ۔ اور امتِ مرحومہ کو نفاق و شقاق کی آفت سے محفوظ کر لیا ۔ اگرچہ جنابِ امیر علیہ السلام نے کچھ عرصہ تک بیعت نہ کی مگر چند ماہ بعد اُنھوں نے بھی لطیبِ خاطر جنابِ صدیقؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا ۔

حضرت علیؓ کی بیعت سے قبل جنابہ فاطمۃ الزہراؓ کے مکان میں بنو ہاشم کی مجالس ہوتی تھیں اور حضرتِ عمرؓ کیونکہ یہ نہ چاہتے تھے کہ خلافت کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف ہو ۔ اس واسطے وہ بنو ہاشم کو ان باتوں سے روکا کرتے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک دفعہ جنابۂ فاطمہؓ کے دروازہ پر جا کر پکارا کہ اے بنتِ رسول اللہؐ خدا کی قسم تم مجھے سب دنیا سے

محبوب ہو - لیکن اگر آپ کے ہاں ایسے مجمعے ہوتے رہے تو میں مجبور ہو کر اس گھر کو آگ لگا دونگا" یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ روایت کہاں تک درست ہے - مگر اس وقت کے حالات مدینہ اور جناب عمرؓ کی تیز طبعی کو مدنظر رکھتے ہوئے بعید نہیں کہ جناب فاروقؓ نے ایسی جرائت کی ہو - بہرحال سیاسی نکتۂ نگاہ سے یہ امر اگر درست بھی ہو تو قابل الزام نہیں سمجھا جا سکتا -

اس سوا دو برس کی مدت میں جبکہ خلیفۂ اول برسر حکومت تھے جناب عمرؓ اُن کے معتبر مشیر رہے اور شاید ہی امارت کا کوئی کام ایسا ہوگا جس میں آپ سے مشورہ نہ لیا گیا ہو - سب سے قابل ذکر امر کلام اللہ کا جمع کر کے محفوظ رکھنا ہے جو محض آپ کے مشورہ سے ہوُا - جناب پیغمبر کا طریق تھا کہ جب کوئی آیتہ نازل ہوتی تو اس کا سیاق وسباق بتا کر سب لوگوں کو ترکیب حفظ کرا دیتے - اور نیز ایک دو کاتبوں سے لکھوا کر رکھوا لیتے - معرکۂ یمامہ میں جو سدِ ارتداد کے لئے ہوُا تھا - قرآن مجید کے حافظوں کی ایک کثیر تعداد شہید ہوگئی - جناب عمرؓ کو خیال ہوُا کہ اگر اور غزوات میں باقی حفاظ کلام ربانی بھی شہید ہوگئے تو

کلام اللہ کو محفوظ کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اس لئے جنابِ صدیقِ اکبرؓ کو اجتماعِ قرآن کا مشورہ دیا۔ جنابِ صدیقؓ پہلے تو متفق نہ ہوئے مگر کچھ عرصہ غور کے بعد اُنھوں نے جنابِ فاروقؓ سے اتفاق کیا۔ اور حضرتِ زیدؓ جو رسول اللہؐ کے کاتبِ وحی تھے اُن کو اس کام پر لگایا گیا۔ حضرتِ زیدؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مجھے حضرت صدیقؓ یہ حکم دیتے کہ ایک پہاڑ کو اپنی جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ رکھ دوں تو میں اس کو جمع قرآن کے کام سے آسان سمجھتا" اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنابِ زیدؓ نے اس ذمہ داری کو کتنا محسوس کیا اور اس کو احتیاط سے انجام تک پہنچانے میں ان کو کیا کیا دقتیں پیش آئی ہونگی بہرحال یہ اہم ترین کام بھی جنابِ فاروقؓ کی صائب رائے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اسلام کی شیرازہ بندی کا قیمتی نسخہ بھی گوہرِ نایاب ہی رہتا۔

جب حضرت ابوبکرؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے صحابہ اور جملہ اہل الرائے کے مشورہ سے حضرتِ عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اچھی طرح لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دیا

اور جناب عمرؓ کو حکومت کے متعلق پند و نصائح کیں جو بقولِ حضرتِ فاروقؓ بہت کار آمد ثابت ہوئیں حضرتِ صدیقؓ کی وفات پر بلا شور و شغب جناب عمرؓ کی بیعت خلافت کی گئی۔

۳- خلافت سے وفات تک

آپ کی خلافت میں اسلام کو جو رونق ہوئی اور جس صورت سے دینِ حقہ کی اشاعت ہوئی اور سلطنت کو وسعت ہوئی تاریخ اس کی نظیر نہیں بتا سکتی۔ عراق اور نواح شام تو جنابِ خلیفۂ اوّل کے وقت میں فتح ہو چکے تھے۔ شام فلسطین۔ فارس۔ مصر۔ خوزستان۔ عراق۔ عجم۔ آذر بائیجان۔ کرمان۔ سیستان۔ مکران۔ خراسان آپ کے زمانہ میں جزوِ سلطنتِ اسلامیہ ہو گئے اور آپ نے روما اور ایران جیسی عظیم الشان سلطنتوں کو نیچا دکھایا۔ اب ہم تاریخوار ان واقعات کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

غزوۂ بویب جو مثنیٰؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص کی سرلشکری میں سنہ ۱۴ھ میں ہوا۔ اس میں قابل ذکر امر یہ ہے کہ جناب خلیفہ نے سعدؓ بن ابی وقاص

کو سپہ سالار بنانے سے پیشتر خود سپہ سالاری اختیار کی اور خلافت کے کاروبار حضرت علیؓ کے سپرد کر کے مدینہ سے تین میل جاکر قیام کیا۔ مگر تمام صحابہؓ اور خصوصاً حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کے کہنے سننے پر یہ مہم سعدؓ بن ابی وقاص کے سپرد کر دی گئی

۲۔ ۱۵ھ میں قادسیہ کی مشہور جنگ ہوئی جس نے سلطنت فارس کو زیر و زبر کر دیا اور بےشمار دولت بیت المال خلافت میں داخل کر دی۔ اس کے سپہ سالار بھی سعدؓ بن وقاص ہی تھے۔ اور اس میں سخت معرکوں کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور اس کے معاً بعد مدائن بھی سر کر لیا گیا۔

(۳) ایران کی فتح کے بعد ایرانیوں نے ۱۶ھ میں مقام جلولاء میں جنگ کا ساز و سامان کیا یہ شہر بغداد کے نواح میں خراسان جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ جناب سعدؓ نے باجازتِ خلیفہ ہاشمؓ بن عتبہ کو اس مہم کا سردار بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے کئی مہینے کی سخت لڑائی اور محاصرہ کے بعد اسے سر کیا۔ اور بیش قیمت مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ اس فتح سے عراق عجم

سارا داخلِ سلطنتِ خلافت مآب ہو گیا۔

(۴) **فتوحاتِ شام** کا دروازہ جنابِ ابو بکرؓ کے زمانہ میں ہی کھل چکا تھا۔ اور حضرتِ خالدؓ بن ولید لئے وہ معرکہ مارا تھا کہ اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اسی سپہ سالار نے دمشق اور حمص کو بھی فتح کر لیا تھا اور ۱۵ھ میں جنگ یرموک میں اپنی تلوار کے وہ جوہر دکھائے تھے کہ دنیا آج تک عش عش کر رہی ہے۔ ان فتوحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ارد گرد کے چھوٹے چھوٹے شہر خود بخود داخلِ حکومتِ اسلام ہوتے چلے گئے اور آخر ۱۵ھ میں سارا کا سارا ملک شام حضرت عمرؓ کی سلطنت کا حصہ ہو گیا۔

(۵) **مہم فلسطین** کے امیر لشکر عمروؓ بن العاص تھے جو بعد میں فاتح مصر مشہور ہوئے۔ آپ نے چھوٹے موٹے شہر فتح کرنے کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ ۱۶ھ میں کیا اور بعد میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی معہ لشکر اس محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے اور آخر ہمت ہار دی اور صلح کی درخواست کی جس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ خلیفۂ اسلام خود بیت المقدس میں تشریف لائیں اور اپنے ہاتھ سے معاہدہ صلح تحریر فرمائیں۔

جب دربارِ خلافت میں یہ خبر پہنچی تو جنابِ فاروق رضؓ نے مجلسِ مشاورت قائم کی - جس میں حضرتِ عثمان رضؓ نے خلیفہ کو اس شرط کے ماننے کے خلاف رائے دی مگر حضرت علیؓ خلیفہ کے جانے کے حق میں تھے - چنانچہ حضرت عمرؓ نے جناب امیرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور کاروبارِ خلافت میں حضرت علیؓ کو اپنا نائب بنا کر خود بیت المقدس کو روانہ ہوئے -

جنابِ خلیفہ کی روانگی کوئی باجے گاجے خدم و حشم یا پُر تکلف ساز و سامان کے ساتھ نہ تھی - فقط ایک سواری کا گھوڑا تھا اور چند انصار و مہاجر معیت میں تھے - تاہم جہاں آپ کی آمد کی خبر پہنچتی رعب و جلال سے لوگوں کے دِل دہل جاتے - جب مقام جابیہ میں امیرانِ لشکر حضرت خالدؓ وغیرہم نے استقبال کیا تو جامہائے حریر و دیبا اُن کے زیبِ بدن تھے - آپ نے گھوڑے سے اُتر کر کنکریاں اُٹھائیں اور اُن کی طرف پھینک کر کہا خدا تمہیں غارت کرے کیا عجم کی طرح تم بھی آرام پسند ہو گئے - انہوں نے عرض کی کہ ان قباؤں کے نیچے ہتھیار بندھے ہیں - آخر یہیں معاہدۂ صلح لکھا گیا - اور اس کے بعد آپ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور چونکہ جس

گھوڑے پر آلئے تھے اُس کے پاؤں گھس گئے تھے اس واسطے پا پیادہ سفر کیا۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے معہ دیگر سرداران کے آپ کا استقبال کیا۔ اور اس خیال سے کہ عیسائی خلیفہ کو معمولی سا آدمی نہ سمجھیں عرض کیا کہ ایک عمدہ جوڑا لباس پہننے کو حاضر ہے اور ایک نہایت قیمتی ترکی گھوڑا سواری کو موجود۔ شانِ خلافت دیکھیئے۔ حکم ہوتا ہے کہ "خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی نعمت ہے اور بس" غرض جس حال میں تھے اُسی میں بیت المقدس میں داخل ہوئے پہلے مسجد میں جاکر سجدۂ شکر بجا لائے۔ اور پھر عیسائیوں کے گرجے کی سیر کی۔ حضرت بلالؓ موذنِ رسول اللہؐ یہیں تھے۔ حکم دیا کہ "اے بلال آج اذان تو دو"۔ حضرت بلالؓ نے کہا "رسول اللہ صلعم کے بعد عہد کیا تھا کہ اذاں نہ دونگا مگر اولی الامر کا حکم ہے تعمیل کرتا ہوں"۔ چنانچہ جب حضرت بلالؓ نے اذاں دی تو رسالتمآبؐ کا زمانہ یاد آگیا اور اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے آپ کے ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی بھی یہی حالت ہوئی۔ چندے قیام کے بعد مدینہ منورہ مراجعت فرمائی ؞

(۶) سنہ ۱۷ھ میں عیسائیوں نے حمص پر دوبارہ حملہ کیا حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے مقابلہ کرکے غنیم کو شکست فاش دی - اسی سال حضرتِ خالدؓ کو سپہ سالاری سے معزول فرماکر حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت کر دیا - مؤرخین نے اس کے دو سبب لکھے ہیں - اول تو یہ کہ حضرتِ خالدؓ حساب نہ رکھ سکتے تھے - اور حضرتِ عمرؓ حساب کے معاملہ میں بڑے سخت گیر تھے - نیز حضرتِ خالدؓ نے بعض عجم کے تکلفات اختیار کر لیے تھے - جو اگر فوج کے واسطے نظیر بن جاتے تو فوج میں عیش و آرام کا خیال بہت سرعت سے پیدا ہو جاتا - اور دوئم حضرتِ خالدؓ کی فتوحات کی اتنی دھاک بیٹھ گئی تھی کہ فوج کو خیال ہونے لگ گیا تھا کہ مسلمانوں کی فتوحات کا ذریعہ جناب خالدؓ ہی ہیں - اس سے توکّل میں فرق آتا تھا - چنانچہ جب حضرت خالدؓ اس معزولی کے بعد حضرت فاروقؓ سے ملے تو ان کو سجلف یہ معاملہ سمجھا دیا اور وہ مطمئن ہو گئے - حضرتِ خالدؓ بھی بے حد تعریف و تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے معزولی کے بعد بھی اسلام کی ویسی ہی خدمت کی جیسی کہ پہلے کرتے تھے - حضرت ابو عبیدہؓ بھی لشکر کا کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے -

سنہ ۱۸ھ میں حضرت ابو عبیدہؓ کے لشکر میں طاعون پھیل گئی جو وبائے عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ اور شام و عراق و مصر تک اس کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ حضرت عمرؓ اس کی تدبیر کے لئے خود بجانب لشکر روانہ ہوئے۔ مہاجرین جو شامل لشکر تھے کہنے لگے کہ آپ کا اس وبا میں ٹھیرنا مناسب نہیں۔ اس پر خلیفۂ وقت نے حکم دیدیا کہ کل اس مقام سے کوچ کرنا ہوگا۔ حضرت ابو عبیدہؓ تقدیر کے پکے قائل تھے۔ فرمانے لگے "کیا خدا کی تقدیر سے بھاگتے ہو"۔ مگر حضرت فاروقِ اعظمؓ کی حاضر جوابی اور فراست دیکھئے۔ جواب دیا "ہاں خدا کی تقدیر سے خدا کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتا ہوں"۔ غرض خلیفہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ لشکر ہی میں مقیم رہے اور اسی بیماری سے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کے علاوہ معاذؓ بن جبل اور ان کے فرزندِ ارجمند بھی اس مرض سے شہید ہو گئے حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور حضرت معاذؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لہذا جب حضرت معاذؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے لشکر کو اس مقام سے لیجا کر ایک بلند پہاڑی پر قیام کیا اور اس طرح اس نامراد وبا

سے چھٹکارا حاصل کیا پچیس ہزار غازی مسلمان اس وبا سے طعمۂ اجل ہو گئے۔

اسی سال عرب میں سخت قحط پڑا اور حضرت فاروقؓ نے نہایت استقلال اور مستعدی سے خوراک کا انتظام کیا۔ اس قحط کے متعلق آپ کے کئی واقعات ہیں جو زبان زدِ عام ہیں۔ انہی میں سے ایک اعرابی کی بیوی کا قصہ ہے جو مدینہ کے باہر قافلہ میں پڑی دردِ زہ میں مبتلا تھی۔ جب آپ کو اُس کا حال معلوم ہوا تو اپنے حرمِ محترم کو اُس کی خدمت کے لئے مامور کیا۔ اور سامانِ خوراک اُٹھا کر اس اعرابی کے خیمہ میں پہنچایا۔ ایک اور مرتبہ دیکھا کہ ایک خیمہ میں بچے رو رہے ہیں۔ معلوم کرنے پر پتہ لگا کہ بھوکے ہیں اور ماں نے پانی چولھے پر دھر چھوڑا ہے۔ اور انہیں یہ کہہ کر سلانے کی کوشش کر رہی ہے کہ ابھی کھانا تیار ہوتا ہے۔ جب آپ نے دریافت کیا تو اِن بچّوں کی ماں نے خلیفہ کی شان میں سخت سست الفاظ کہے۔ آپ نے فوراً سامانِ خوراک مہیا کر کے اس بڑھیا کے حال سے بے خبر رہنے کی بابت اس سے معافی مانگ لی۔

(۱۷) وبا کے معاً بعد کا مشہور واقعہ قیسریہ کی

فتح ہے۔ جو فلسطین کے ساحل پر واقع تھا۔ اور سنہ ۱۹ھ میں فتح ہؤا۔ اس وقت فوج کا اصلی سالار یزیدؓ بن ابو سفیان تھا مگر وہ بیمار ہو کر دمشق واپس چلا گیا۔ اور اپنی جگہ اپنے بھائی امیر معاویہؓ کو سالار فوج مقرر کر گیا۔ اس طرح یہ معرکہ امیر معاویہؓ کے ہاتھوں اتمام کو پہنچا ؂

(۸) سنہ ۱۵ھ سے سنہ ۲۱ھ تک ایران کے مختلف صوبے مثلاً خوزستان اور جزیرہ وغیرہ فتح ہو چکے تھے۔ مگر عام لشکر کشی ملک ایران پر نہیں کی گئی تھی۔ چنانچہ ۲۱ھ میں اس کا حکم دیا گیا۔ اور الگ الگ صوبوں کے لئے الگ الگ فوجیں اور الگ الگ سالار مقرر ہوئے۔ جن میں سے نعمانؓ بن مقرن بہت مشہور ہیں اور انہی کی ہمت سے کیانیوں کی رہی سہی شوکت برباد ہو گئی ؂

(۹) سنہ ۲۱ھ میں ہی نعیمؓ بن مقرن نے رے کو فتح کر لیا اور پھر سنہ ۲۲ھ و سنہ ۲۳ھ میں مختلف سالاروں نے یکے بعد دیگرے آذربائیجان طبرستان آرمینیہ۔ فارس کرمان سیستان اور مکران و خراسان کو فتح کر کے سلطنت ایران کو نیست و نابود کر دیا یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیستان کی فتح حضرت عاصمؓ کے ہاتھ

سے ہوئی جو خلیفۂ وقت کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت احنفؓ بن قیس بھی خصوصیت سے قابل داد ہیں کہ انہوں نے نہایت شجاعت سے خراسان جیسے دشوار گذار صوبہ کو فتح کیا۔

(۱۰) قیسریہ کی فتح کے بعد جو ۱۹ھ میں ہوئی حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کا رُخ کیا۔ جہاں شاہ مقوقس قیصر روم کا باجگذار فرمانروا تھا۔ اور تھوڑی سی فوج سے قلعہ فسطاط کا جو دریاے نیل کے کنارہ پر واقعہ تھا قبضہ کر لیا۔ اسلامی فوج کے امیر لشکر زبیرؓ بن العوام تھے۔ جو سات مہینوں کے محاصرہ کے بعد ایک دن تنگ آکر سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور چند آدمی ساتھ لے کر اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اہل قلعہ بد حواس ہو کر بھاگ گئے۔ اور آپ نے اندر جاکر اپنی فوج کو قلعہ کا دروازہ کھول دیا اس پر مقوقس نے صلح کر لی۔ اور اسلامی فوج کو امان دی۔

(۱۱) جب اس واقعہ کا علم قیصر روم کو ہوا تو اُس نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور سنہ ۲۱ھ میں ایک عظیم الشان فوج سکندریہ میں مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے روانہ کی۔ اسلام کے لشکرِ جرّار نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور رومی لشکر ایک ہی حملہ

میں تتر بتر ہو گیا۔ جب اسکندریہ کی فتح کی خبر دربارِ خلافت میں پہنچی تو حضرت عمرؓ کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ مصر کے باقی دیار اور علاقے آہستہ آہستہ فتح ہو گئے اور خلیفۂ ثانی کی وفات سے پہلے پہلے سارا مصر مسخر ہو چکا تھا۔

۲۲ ذوالحجہ ۲۳ھ کو ایک پارسی غلام جس کا نام فیروز اور کنیت ابو لؤلو تھی دربارِ خلافت میں آیا اور عرض کی کہ میرا آقا مجھ سے بڑا بھاری محصول روزانہ طلب کرتا ہے۔ آپ کم کرا دیویں۔ خلافت پناہ نے جواب دیا کہ تمہارے کام کی نوعیت کی وجہ سے یہ محصول زیادہ نہیں۔ فیروز ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن جب خلیفہؓ وقت صبح کی نماز کی امامت کرانے لگے تو فیروز نے جو گھات میں لگا ہوا تھا نکل کر آپ پر خنجر کے چھ وار کئے جن میں سے ایک سے آپ کا پیٹ چاک ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو امامت کی جگہ کھڑا کر دیا۔ اور خود زخم کے صدمے سے گر پڑے۔ جنابِ عبدالرحمانؓ نماز پڑھاتے

تھے اور خلیفۂ وقت محراب میں بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے - نماز سے فارغ ہو کر لوگ حضرتِ فاروق رض کو اپنے دولت خانے پر لائے اور آپ نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے یہ پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے - جب نام بتایا گیا تو اس امر پر خدا کا شکر ادا کیا کہ قاتل مسلمان نہ تھا - اب آپ کو اپنی وفات کا یقین ہو گیا اور اپنے بیٹے عبد اللہ رض کو حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ بھیجا کہ رسولِ کریم صلعم کے پہلو میں میری قبر کھودنے کی اجازت دی جاوے جنابۂ صدیقہ رض نے فرمایا کہ اگرچہ یہ جگہ میں نے اپنے لیئے رکھی تھی مگر اب فاروقِ اعظم رض کے لیئے ایثار کرنے میں عذر نہیں - جب حضرت عبد اللہ رض نے آکر یہ مژدہ سنایا تو شادان و خندان نظر آئے اور فرمایا کہ خدا کا احسان ہے کہ میری آخری آرزو بھی پوری ہوئی - پھر تین دن بیمار رہنے کے بعد ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو واصلِ حق ہو لئے - انا للہ وانا الیہ راجعون ٭

۴ - عہدِ فاروقی کے دیگر کارنامے

اس سے پہلی فصل میں ہم نے زیادہ تر حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کی فتوحات کا ذکر کیا ہے - مگر جنابِ عمرؓ حکومت کے ہر شعبہ میں پوری دسترس رکھتے تھے - اس لئے ان کے دیگر انتظامات کا نظر انداز کرنا کتاب کو نا تمام رکھنے کے برابر ہوگا لہٰذا ہم مجملاً اِن امور کا تذکرہ کئے دیتے ہیں -

(۱) نظامِ حکومت کا یہ حال تھا کہ باوجود اتنی وسعت کے ہر جگہ ایک قابل و معتبر عامل مقرر کیا جاتا تھا - اور ہر جگہ خلیفہ کے رُعب کا یہ حال تھا کہ گویا آپ اسی صوبہ بلکہ اسی شہر میں موجود ہیں - آپ نے بڑے بڑے عاملوں سے مجمع عام میں ایک معمولی فرد رعایا کو بلا خوف و خطر قصاص دلایا اور کسی کی مجال نہ ہوتی تھی کہ آپ کو اس سے روکتا - تمام رعایا کو حکم تھا کہ حج کے موقعہ پر جس جس عامل کے خلاف کسی کو شکایت ہو بیان کرے -

اور عاملوں کو بھی حکم تھا کہ حج کے موقعہ پر ضرور حاضر ہوا کریں - تاکہ وہاں تقرری و معزولی اور سزا و جزا کا فیصلہ ہو سکے۔

(۲) محاصل کے حساب و کتاب میں اس قدر محتاط تھے کہ جو ملک فتح ہوتا سب سے پہلے وہاں کے محاصل رقبہ اور آبادی کا حساب لگاتے - اور دیکھتے کہ کہیں خیانت کی گنجائش تو نہیں - نیز ایران - مصر میں محاصل کے دفتر فارسی اور رومی زبان میں کھول دیئے تھے - تاکہ محاسبوں اور محرروں کے ڈھونڈنے میں دقت نہ ہو -

(۳) عدالت کا محکمہ الگ تھا - اور ہر جگہ اور ہر صوبہ کے واسطے ایک گراں پایہ صحابی کو قاضی مقرر کیا جاتا تھا - چند بزرگوں مثلاً حضرت علیؓ - حضرت عثمانؓ حضرت معاذؓ - حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف - حضرت ابیؓ بن کعب - حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو درداءؓ کے سوا کوئی فتوے دینے کا مجاز نہ تھا۔

(۴) لوگوں کی حفاظت کے لئے پولیس اور خفیہ پولیس (یعنی ڈائری نویسوں) کا انتظام کیا

تھا۔ اور جیل خانے بھی بنا دیئے گئے تھے
اسلام میں جلاوطنی کی سزا بعض صورتوں میں
آپ نے ہی مقرر فرمائی تھی۔

(۵) صیغہ تعمیرات وغیرہ بھی قائم تھا۔چنانچہ
آپ کے عہد میں سینکڑوں مسجدیں۔
سڑکیں اور ہسپتال تعمیر ہوئے۔ پلیں
بنائی گئیں۔ کئی نہریں نکالی گئیں۔ جن میں
سے نہر ابی موسےٰ اور نہر معقل بہت
مشہور ہیں۔ ہر جگہ سرکاری مہمان خانے
تیار کئے۔ اور کئی نئے شہر بھی آباد کئے
گئے۔

(۶) فوج کا محکمہ اس حسن انتظام کے
ساتھ قائم کیا گیا کہ آپ کے وقت میں
گو ہر طرف غزوات جاری تھے۔ اور ایک ہی
وقت میں تین تین چار چار جگہ جنگ ہوتی
تھی۔ مگر سب جگہ وقت پہ مزید کمک بھی
پہنچتی تھی اور سامان حرب و رسد کی بھی
کبھی شکایت نہ ہوئی تھی۔ چھاؤنیاں ڈالی
گئی تھیں اور نئے مفتوحہ ممالک کا کماحقہٗ
انتظام کیا جاتا تھا۔ فوج میں غیر مسلم
آدمی بھی لئے جاتے تھے۔ اور سامانِ حرب

میں طرح طرح کی اصلاحات ہوئی تھیں۔ آلات قلعہ شکن اور سفر بیتا بھی حضرت عمرؓ نے ایجاد کی تھی۔

(۷) تعلیم اگرچہ اہل عرب میں مفقود تھی۔ مگر جناب عمرؓ نے ہر صوبہ اور ہر ملک میں ابتدائی مدارس قائم کر دیئے تھے۔ اور مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام تھا۔ ہر جگہ قاری اور حافظِ قرآن درس و تدریس کے لئے بالالتزام مقرر کئے جاتے تھے۔ بیت الحرام اور مسجد نبوی کو وسعت دی گئی تھی اور اوّل اوّل مسجد میں فرش اور روشنی کا انتظام آپ ہی کے حکم سے ہوا تھا۔

(۸) مردم شماری کا محکمہ الگ تھا۔ جس سے مسلمانوں۔ ذمیوں۔ غلاموں اور دیگر افراد رعایا کا پتہ چلتا تھا۔ تاکہ ذمیوں کے حقوق کی پوری نگرانی ہو سکے۔ اور غلاموں کی آزادی کی ترغیب دلائی جا سکے۔ یہ بات قابلِ قدر ہے کہ جناب فاروقؓ کے عہد میں غلامی کا رواج بہت کم ہو گیا۔

غرضیکہ فی زمانہ بھی قیامِ حکومت میں کوئی

ایسی بات نظر نہیں آتی جس کو حضرت عمرؓ نے نہ سوچا ہو۔ اور مفید پاکر اُس کو رواج نہ دیا ہو۔ یا جس کی بنیاد نہ رکھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یورپین مورخین متفق ہیں کہ اگر اسلام میں حضرت عمرؓ کے بعد ایک اور عمرؓ پیدا ہو جاتا تو دنیا میں کسی غیر مسلم قوم کی حکومت تو کیا کوئی غیر مسلم بھی نظر نہ آتا۔

۵ - ازواج و اولاد

حضرت عمرؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ جن کی ترکیب حسبِ ذیل ہے :-

(۱) زینبؓ بن مظعون آپ کی پہلی بیوی تھیں جو عثمانؓ بن مظعون کی ہمشیرہ تھیں ان کی وفات کا آنحضرتؐ کو بہت قلق ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اسلام لانے والوں میں سابقون میں شمار ہوتے تھے۔ جناب زینبؓ بھی مشرف باسلام ہوئیں اور مکہ ہی میں فوت ہو گئیں۔

(۲) قرنیہ بنت ابی امیۃ المخزامی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھیں کیونکہ اسلام نہیں لائیں اس لئے ۶ھ میں ان کو طلاق دے دی گئی۔

(۳) اسی طرح ملیکہ بنت جردل الخزاعی کو بھی ۶ھ میں اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دیدی گئی۔

(۴) ۷ھ میں مدینہ میں جمیلہؓ بنت عاصم سے نکاح کیا وہ اسلام لائیں مگر کسی بات پر ناراض ہوئے۔ اور غالباً تیزیٔ طبع کی وجہ سے طلاق دیدی۔

(۵) آخیر عمر میں خاندان نبوت سے حصولِ شرف و برکت کی وجہ سے امِّ کلثومؓ بنت حضرت علی سے نکاح کیا۔ اور چالیس ہزار حق مہر مقرر کیا۔

ان کے علاوہ آپ کی ازواج اور بھی تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ام کلثوم بنت الحارث فکیہہ یمینہ۔ عاتکہ بنت زید جو آپ کے چچا کی بیٹی تھی۔ اس نکاح کی دعوت ولیمہ میں حضرت علیؓ بھی شریک ہوئے تھے۔

آپ کی اولاد بہت تھی جن میں سے حضرت حفصہؓ بوجہ حرم نبوی میں داخل ہونے

کے مشہور ہیں اور ان سے بہت سی احادیث
روائت کی گئی ہیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں
عبد اللہؓ۔ عمرؓ۔ عبید اللہؓ۔ عاصمؓ۔ ابو شحمہؓ
عبد الرحمانؓ۔ زیدؓ اور مجبرؓ۔ ان میں
سے حضرت عبد اللہؓ فقہ و حدیث کے بڑے
عالم تھے۔ اور حق گوئی میں اپنے والد ماجد
کی طرح بڑے بیباک واقع ہوئے تھے
چنانچہ جب ایک مرتبہ حجاج کعبہ میں
خطبہ دے رہا تھا۔ تو فوراً بول اُٹھے
لوگو یہ خدا کا دشمن ہے۔ کیونکہ اس نے
اُس کے دوستوں کو قتل کیا ہے۔ حجاج
نے غصہ میں آکر اُسی وقت ایک آدمی
آپ کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ جس
نے آپ کو ایک زہر آلود اوزار سے زخمی
کیا اور آپ اسی صدمہ سے شہید ہو گئے۔
حضرت عبد اللہؓ کے بیٹے سالم مدینہ منورہ
کے سات مشہور فقیہوں میں شامل
ہیں۔

حضرت عمرؓ کے دوسرے بیٹے حضرت
عبید اللہؓ فن پہلوانی اور شجاعت کے
لئے مشہور و معروف ہیں اور تیسرے

حضرت عاصمؓ نہایت متقی عالم و فاضل تھے۔ وعظ خوب کہتے تھے۔ اپنے بھائی حضرت عبد اللہؓ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور حضرت عبد اللہؓ نے ان کا ایک نہایت پُر درد مرثیہ لکھا۔ خلیفہ عمرؓ ابن عبد العزیزؒ جو عمر ثانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ جناب عاصمؓ کے نواسے تھے۔

حضرت عمرؓ کی اولاد کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے۔

۶۔ فضائل و اخلاق

قبولِ اسلام سے قبل مکہ معظمہ میں آپ کے رُعب و سطوت کا یہ حال تھا کہ جناب سرورِ عالمؐ دعا کیا کرتے تھے کہ "اے خدا عمرؓ کو مسلمان کر دے"۔

جس وقت آپ اسلام لائے تو باتے اسلام اور صحابہؓ کو بڑی تقویت ہوئی اور اسلام کی تبلیغ علی الاعلان ہونے لگی۔ قرآن مجید کی بعض آیات مثلاً آیات

پردہ آپ کی دُعا اور خواہش کے مطابق نازل ہوئیں ؎

طریق اذان کہ شعار اعظم اسلام یعنی نماز کا بلاوا ہے آپ کی رائے سے جاری ہوا ؎

دربار رسالت میں آپ کا یہ تقرب تھا کہ ازواج مطہرات کے معاملات میں بھی آپ کو دخل تھا ؎

آپ نے جان و مال اور اولاد اسلام پر فدا کر دی - رسُول اللہ صلعم کے ساتھ عشق کا یہ حال تھا کہ جب مرتے دم حضرت عائشہ صدیقہ رض سے آپ کے پہلو میں دفن ہونے کی منظوری کا علم ہوا تو نہایت شاداں و فرحاں نظر آئے اور خدا کا شکر کیا کہ آپ کی آخری اور بڑی آرزو پوری ہوئی۔ قرآن کا جمع ہو کر محفوظ رہنا محض آپ کی طفیل ہے ورنہ اسلام کی شیرازہ بندی محال تھی۔غیرت و محبت کی وجہ سے اسلام یا اُمت اسلامی کی تذلیل اور پریشانی کسی طرح گوارہ نہ تھی ۔اس کا نتیجہ تھا

کہ حدیبیہ کے وقت مزعومہ سوئے ادبی کا الزام لگا۔ اور یہی وجہ تھی کہ بیعت صدیق رضؓ اکبر کے بعد انتشارِ اسلام کو روکنے کے لئے جنابؓ فاطمۃ الزہراؓ سے کہا کہ "اے بنتِ رسول صلعم بخدا تو مجھے دُنیا و مافیہا سے محبوب ترین ہے۔ مگر اجماعِ اُمت کے خلاف اگر تیرے مکان پر یوں ہی مجمعے ہوتے رہے تو میں مجبور ہوں گا کہ اس مکان کو جلا دوں"

شرک سے بدرجہ غایت نفرت تھی۔ چنانچہ حج بیت اللہ کے موقع پر جب حجرِ اسود کے قریب آتے تو فرماتے تھے اے حجرِ اسود تو ایک پتھر ہے میرے دل میں تیری کوئی عظمت نہیں تجھے صرف اس واسطے چومتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم نے تجھے بوسہ دیا تھا" اُس درخت کو جس کے نیچے صلح حدیبیہ سے پیشتر جناب رسالتمآبؐ نے صحابہ سے بیعت رضوان لی تھی محض اس واسطے کٹوا دیا کہ بعض لوگ اس کو بنظرِ احترام دیکھنے لگ گئے تھے اور آپ کے نزدیک یہ شرک کی ابتدا تھی۔

اخلاق میں اتباعِ قرآن وسنت کے سختی

سے پیرو کار تھے۔ تیز مزاجی اور تندیٔ طبیعت باپ سے ورثتاً پہنچی تھی۔

عدلِ فاروقی چار دانگ عالم میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ اور کسی کی رو رعایت منظور نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جب آپ کے جگر گوشہ ابو شحمہؓ سے بھی ارتکاب جرم شرعی ہوا تو ان پر حد جاری کی اور اپنے سامنے ان کو ایسے کوڑے لگوائے کہ وہ جاں بحق ہو گئے جب آنکھوں سے بتقاضائے الفتِ پدری اس جواں مرگ کی موت پر آنسو جاری ہوئے تو فرمایا۔ "بیٹا دنیا میں تجھے سزا مل چکی۔ الحمد للہ کہ اب عقبیٰ بخیر ہو گی!!"

حضرت ام کلثومؓ نے جو جناب کی زوجہ تھیں ایک مرتبہ قیصر کے حرم میں چند عطر کی شیشیاں بطور تحفہ کے بھیجیں قیصر کی اہلیہ نے ان شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر واپس کیا۔ جب یہ معاملہ دیکھا تو حضرت اُم کلثومؓ سے فرمایا کہ بیشک عطر تمہارا تھا مگر سرکاری قاصد لے کر گیا تھا اور اس کے راستہ کے مصارف بہت تھے۔ اس واسطے یہ جواہرات بیت المال کا حق ہیں۔ چنانچہ خزانۂ عامرہ

میں داخل کر دیئے ۔

خلافت سے پہلے معاش کا ذریعہ تجارت تھی۔ جب خلیفہ ہو ئے تو گونا گوں مصروفیتوں کی وجہ سے یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا ۔ جب اپنے وظیفہ کے لئے مجلس شوریٰ کا انعقاد کیا تو کسی نے کچھ رائے دی کسی نے کچھ۔ حضرت علیؓ چپ تھے ۔ اُن سے دریافت کیا تو جنابِ امیرؓ نے فرمایا معمولی درجہ کی خوراک اور لباس کے لئے لے سکتے ہو ۔ چنانچہ اُسی رائے کے مطابق آپ کا کھانا اور کپڑا مقرر ہو گیا ۔

مردم شناسی اور صاف گوئی کا یہ حال تھا کہ جب حمص کا عامل مر گیا اور حضرت عبد اللہؓ ابن عباس نے اُس کی جگہ تقرری کی خواہش کی تو فرمایا "تمہاری طرف سے میرے دل میں کھٹکا ہے ۔" انہوں نے وجہ دریافت کی تو جواب دیا "کہ تم محاصل ملکی پر ضرور تصرف کرو گے ۔" چنانچہ ان کو مقرر نہ کیا ۔ یہی حضرت عبد اللہؓ بن عباس جب خلافتِ امیر علیہ السلام میں عامل مقرر کئے گئے تو محاصلِ ملکی سے بہت سا روپیہ خود رکھ لیا ۔ جب حضرت علیؓ

نے باز پُرس کی تو لکھ بھیجا کہ میں نے اپنا
پورا حصّہ نہیں لیا ابھی اور لینا ہے۔
قصّہ مختصر کیا بلحاظِ خدمتِ دینی اور کیا
بلحاظِ خدمتِ ملکی آپ ہر شعبہ و ہر محکمہ میں
بے نظیر ثابت ہوئے۔ رضی اللہ عنہٗ۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حامداً و مصلیاً

چہار یار

نمبر ۳

حضرت عثمان غنیؓ

۱۔ ولادت سے ہجرت تک

حضرت عثمانؓ قبیلہ قریش کی شاخ بنو امیہ سے ہیں ۔ آپ کا شجرہ نسب یہ ہے :-

عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف گویا آپ پانچویں پشت

میں نسب رسول اللہ صلعم سے ملتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن عبدالشمس ہے جو چوتھی پشت سے رسول اکرم صلعم کے نسب سے ملتی ہیں اور حضور کے دادا عبدالمطلب کی نواسی تھیں۔ گویا آپ جانبین سے رسول اللہ صلعم کے اجداد کی اولاد ہیں۔

آپ کی ولادت سن ہجری سے تخمیناً ۴۷ سال پیشتر موضع طائف میں ہوئی۔ آپ کا نام عثمان رضہ کنیت ابو عبداللہ اور ابو لیلیٰ اور لقب ذوالنورین ہے۔ کیونکہ مومنین سابقین میں بڑے دولت مند اور فیاض طبیعت تھے اس واسطے "غنی" کے لقب سے مشہور ہیں۔

بچپن کے حالات کی پوری تحقیقات ہونی ممکن نہیں البتہ اتنا ثابت ہے کہ آپ کی امیرانہ تربیت ہوئی اور لکھنا پڑھنا بھی سیکھا۔ اور سن رشد کو پہنچتے ہی سوداگری کے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ آپ کپڑے کی تجارت بڑے وسیع پیمانہ پر کرتے تھے۔ اور اس کے واسطے کئی مرتبہ شام وغیرہ ممالک کے سفر کئے۔ کیونکہ پڑھے لکھے تھے۔ اس واسطے دوسرے ممالک کے سفر نے طبیعت پر اثر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت کی رسوم سے متنفر ہو گئے۔ آپ کی حیثیت کے امراء قبیلۂ قریش میں قمار بازی اور

شراب نوشی کو فخر سمجھتے تھے ۔ اور زناکاری ریاست کا نشان تھا ۔ مگر یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ قبولِ اسلام سے پیشتر بھی آپ کا دامن ان قبیح جرموں سے پاک صاف رہا ۔

بعثت کے وقت آپ کی عمر تینتیس یا چونتیس سال کی تھی ۔ جس وقت حضرت محمد صلعم نے نبوت کا دعویٰ کیا آپ مکہ میں تشریف نہ رکھتے تھے ۔ بلکہ ایک تجارتی سفر کی خاطر شام میں گئے ہوئے تھے ۔ جب واپس تشریف لائے اور آنحضرت صلعم کے دعویٰ کا حال سُنا تو مائل باسلام ہو گئے ۔ جناب صدیق رضؓ اکبر سے راہ و رسم تھی اور وہ اسلام لا چکے تھے ۔ چنانچہ ان کی ترغیب سے خدمت رسالتماب میں حاضر ہوئے ۔ اور مسلمان ہو گئے ۔

آپ ان صحابہ رضؓ میں سے ہیں جن کو قبولِ اسلام پر طرح طرح کی مصائب و تکالیف کا سامنا ہوا مگر ثابت قدم رہے ۔ چنانچہ جب آپ کے مسلمان ہونے کا حال آپ کے چچا حکم بن ابی العاص کو ہوا جو اُس وقت خاندان کا بزرگ تھا تو اُس نے آپ کے پاؤں میں آہنی زنجیریں ڈال دیں ۔ اور نہایت سختی کا سلوک کیا اور ترش رُو ہو کر کہا " کیا تم شام سے میرے واسطے یہ لے دینی

ہی سختیاں اٹھانے کے لائق ہو۔ خوب اچھی طرح سن لو جبتک محمد صلعم کا دین چھوڑ کر اپنے آباؤ اجداد کے دین پر واپس نہ آؤ گے اسی طرح پا بزنجیر رکھونگا" مگر یہاں ع

وہ لشنے نہ تھے جنہیں ترشی اُتار دے

آپ نے بھی برابر کی تیزی و درشتی سے جواب دیا کہ "اچھا آپ کا مجھے اس طرح ڈانٹنا بالکل بیکار ہے اگر میرا سر بھی تن سے جدا کر دیا جائے تو اسلام سے انحراف نہ کروں گا"۔ حکم بن العاص نے جب آپ کی نئے دین کے لئے یہ جاں نثاری اور استقلال دیکھا تو خاموش ہو گیا۔ اور سمجھا کہ جوانی کا جوش ہے جب دو ایک روز کی تکلیف ہو گی تو خود ہی تائب ہو جائیگا۔ مگر جب متواتر چار روز آپ کڑیوں میں جکڑے رہے اور گالیاں کھاتے اور دھول دھپا سہتے رہے تو اُس نے مجبور ہو کر زنجیریں کاٹ دیں۔ اور گھر سے علیحدہ کر کے ان کو مطلق العنان کر دیا۔

ان دنوں ابو لہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے آنحضرت صلعم کو دکھ دینے کی خاطر آپ کی صاحبزادیوں حضرت رقیہ رض اور حضرت ام کلثوم رض کو طلاق دے دی تھی اس لئے آنحضرت صلعم نے آپ کا نکاح حضرت رقیہ رض

سے کر دیا۔

بعثت سے چار پانچ سال بعد آپ خاتم النبیینؐ کی خدمت میں رہے ۔ اور جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو جناب پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل میں آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اس سفر میں آپ کی بی بی رقیہؓ نور چشم نبوت پناہ آپ کی ہمرکاب تھیں۔ آپ حبشہ کے مہاجرین کے سردار تھے اور اسلام میں سب سے پہلے مہاجر ہیں۔

حبشہ میں آپ کا پانچ سال قیام رہا اور ایک لڑکا بھی ہوا جن کا نام عبد اللہؓ رکھا گیا۔ جس سے کنیت ابو عبد اللہ پڑ گئی ۔ اس اثناء میں حبشہ میں خبر پہنچی کہ مسلمانوں اور کفارِ قریش میں صلح ہو گئی ہے۔ مہاجرین نے جن کو مکہ سے بہت دور بیٹھے کئی سال گذر گئے تھے اور جو اپنے وطن کو جانے کے لئے بیتاب تھے ۔ یہ افواہ سنتے ہی ایک قافلہ طیار کیا اور عرب کی طرف واپس ہو لئے ۔ کچھ منزلیں طے کرنے پر پتہ لگا کہ صلح کی خبر غلط تھی اس لئے قافلہ دوبارہ حبش کو واپس ہوا ۔ مگر حضرت عثمانؓ نے مکہ میں آنا ہی مناسب سمجھا اور وہاں پہنچکر اپنے گھر میں مقیم ہو گئے۔

ابھی واپس آئے تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ کفار کے ظلموں کی تاب نہ لا سکے ۔ اور پھر بحکم سرور

کونین صلعم مدینہ کو ہجرت کی اس ہجرت میں بھی حضرت رقیہؓ نے آپ کا ساتھ دیا - جب رسول اللہ صلعم مدینہ میں پہنچے تو سلسلۂ مواخاۃ میں آپ کو اوسؓ بن ثابت انصاری کا بھائی بنایا گیا ؛

۲ - ہجرت سے خلافت تک

ہجرت کے بعد جنابۂ رقیہؓ ناموافقت آب و ہوا کی وجہ سے بیمار ہو گئیں - اور جب ۲ھ میں غزوۂ بدر کی تیاری ہوئی تو بی بی صاحبہ کی حالت قابلِ اطمینان نہ تھی - چنانچہ آنحضرت صلعم کے حکم سے آپ اپنی زوجہ محترمہ لختِ جگر رسول اللہ صلعم کی تیمارداری کے لئے شریکِ جنگ ہونے سے معذور رہے - جنابِ رقیہؓ نے بدر کی فتح کے دن انتقال فرمایا - جب آنحضرت بدر سے واپس تشریف لائے تو آپ کو اصحابِ بدر میں سے قرار دیکر مالِ غنیمت کا حصہ دیا -

۴ھ میں جنابۂ رقیہؓ کے لختِ نظر حضرت عبداللہؓ بھی راہیِ ملکِ بقا ہوئے - آپ کی آنکھ ایک مرغ کے پنجہ مارنے سے زخمی ہو گئی تھی - اور یہی زخم باعثِ وفات ہوا -

غزوہ احد اور خندق میں آپ شامل تھے اور ان

ہی سالوں میں آپ کی شادی آنحضرت نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ سے کردی۔

صلح حدیبیہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ آپ کے متعلق خصوصیت سے یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کفارِ قریش کے پاس مکہ میں مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر گئے۔ اور جب آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو رسول اللہ صلعم کو اس قدر قلق ہؤا کہ ایک درخت کے نیچے تمام صحابہ سے موت کی بیعت لی جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کے وقت چونکہ حضرت عثمانؓ موجود نہ تھے۔ اور آپ کے انتقال کی پختہ طور پر تصدیق بھی نہ ہوئی تھی اسواسطے رسول اللہ صلعم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر کہا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور عثمانؓ کی بیعت بھی میں اس موت پر لیتا ہوں"

فتح مکہ کے بعد آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد گرفتار ہوکر آئے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کا خون مباح کیا ہؤا تھا کیونکہ یہ کاتبانِ وحی میں سے تھے۔ اور لکھنے میں تحریف کیا کرتے تھے۔ جب ان کو کتابت سے بند کیا گیا تو فرار ہو کر مرتد ہو گئے فتح مکہ کے بعد حضرت عثمانؓ کی سفارش پر

اُن کو رہائی ملی ۔ اور انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر کے آنحضرت صلعم سے اپنے قصور کی معافی مانگ لی ۔ چنانچہ عثمانؓ کی خلافت میں مصر کے گورنر مقرر ہوئے ۔

غزوۂ تبوک کے حال میں گذر چکا ہے کہ وہ کس تنگی اور قحط سالی کا زمانہ تھا ۔ آنحضرت صلعم کا صحابہ کو اشارہ کرنا تھا کہ ہر طرف سے امداد ملنی شروع ہو گئی ۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک ہزار اونٹ جن میں سو اُونٹ اناج سے لدے ہوئے تھے ۔ اور پچاس گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد نذر کیا ۔ اور جو سچ پوچھو تو اس غزوہ کا جملہ انتظام آپ ہی کی کوشش سے ہوا ۔ بعض روایات میں درج ہے کہ آپ نے کئی ہزار اونٹ اور ہزاروں تولے سونا عنایت کیا تھا ۔

یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت آپ کی غزوۂ تبوک والی دادو دہش سے اتنے مسرور ہوئے کہ آپ کے حق میں دعا فرمائی اس کے بہت تھوڑے عرصہ بعد ۹ھ میں آپکی دوسری بیوی اُم کلثومؓ نے انتقال فرمایا اور جناب رسالتمآبؐ نے تجہیز و تکفین کے بعد اُن کی نمازِ جنازہ بنفسِ نفیس پڑھائی ۔

رسول خدا صلعم کی زندگی میں علاوہ تجارتی مشاغل کے آپ کاتبان وحی سے تھے اور جو کلام نازل ہوتا

اس کو حفظ فرما لیتے۔ اسلام میں آپ قرآن کے پہلے حافظ ہیں۔
حضرت ابو بکرؓ کی مدت خلافت میں آپ مشیران اکابر سے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ حج کو تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں آپ ہی کو اپنا نائب مناب بنا کر چھوڑ گئے۔ حضرت صدیقؓ کا آپ پر اس قدر اعتقاد تھا کہ جملہ معاملات راز و امورات اہم آپ ہی سے لکھواتے تھے۔ چنانچہ وہ معاہدہ بھی آپ ہی کی تحریر ہے جس کے ذریعہ جناب فاروقؓ کو جانشین خلافت مقرر کیا گیا تھا۔
خلافت فاروقی میں بھی آپ بڑے امین و معتمد تھے اور جملہ امور میں آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ مگر بوجہ ضعیفی آپ کسی مہم پر نہ گئے۔ اور اپنی تجارت کا کاروبار بھی جاری رکھا۔ چنانچہ سلطنت کی وسعت کے سبب آپ کا کاروبار بھی بہت بڑھ گیا۔ اور آپ ایک رئیس کبیر ہو گئے۔ مگر باوجود اس کے موٹے سیدھے سادے کپڑے پہنتے تھے۔ اور آپ کی انکساری میں ترقی ہو گئی تھی۔
جب حضرت عمرؓ نے آخیر ۲۳ھ میں شہادت پائی۔ تو صحابہ کے اصرار اور اپنی سوچ و بچار کے بعد وصیت فرما گئے کہ میرے بعد چھ اشخاص یعنی حضرت عثمانؓ بن عفان۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب۔ حضرت سعدؓ بن وقاص حضرت زبیرؓ بن عوام۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ۔ اور

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف میں سے باہمی مشورہ کے بعد میری وفات سے تین دن کے اندر اندر کسی ایک شخص کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ عبداللہ رضؓ بن عمر کو بھی مشورے میں شامل ہونے کا حکم تھا۔ مگر یہ حق نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو خلافت کے لئے پیش کریں بلکہ یہ تاکید کی تھی کہ عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کی رائے کی تائید فرمائیں۔

جب حضرت عمر رضؓ وفات پا گئے تو شہر میں طوفان بپا ہو گیا۔ لوگ جوق جوق حضرت عبدالرحمان رضؓ بن عوف کے پاس پہنچے کہ آپ خلافت قبول فرماویں اور عنان سلطنت فوراً اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ بار گراں اُٹھایا نہیں جاتا۔ میں اس سے دست بردار ہوں۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر حضرت سعد رضؓ بن وقاص اور حضرت زبیر رضؓ بن عوام نے بھی انکار کر دیا۔ حضرت طلحہ رضؓ بن عبداللہ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے۔ لہٰذا انتخاب حضرت علیؑ اور حضرت عثمان رضؓ تک محدود ہو گیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو دونوں امیدوار چپ تھے۔ آخر حضرت عبدالرحمان رضؓ نے دونوں سے کہا "کہ تم اپنا معاملہ میرے سپرد کرو۔ اور خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے افضل کے انتخاب کی کوشش کرونگا"۔ دونوں حضرات نے اس بات کو منظور کیا۔ حضرت عبدالرحمانؓ رضؓ کہنے

کو تو کہ چکے تھے مگر جب بعد میں سوچا تو حیران تھے کہ کیا کریں - اِدھر ایک تو حضرت عثمانؓ سے رسولِ خدا صلعم نے آپ کا بھیا چارا قائم کیا ہوا تھا۔اور دوسرے رشتہ داری بھی تھی اُدھر حضرت علیؓ کی قرابتِ رسول اللہؐ بھی بڑی وزن دار چیز تھی اخلاق میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا امکان سے باہر تھا۔ اسی کشمکش میں تھے کہ عمرو بن العاصؓ جو حکمت علی میں بڑے ماہر تھے تشریف لے آئے اور مشورہ دیا کہ حضراتِ شیخین کی طرز حکومت کو تمام عرب پسند کرتا ہے - آپ دونوں امیدواروں سے دریافت کریں جو طریقۂ شیخین پر چلنے کا وعدہ دے اُس کو انتخاب کریں۔ حضرت عبد الرحمنؓ نے اس تدبیر کو پسند کیا اور وعدہ کیا کہ ایسا ہی کرینگے -

مورخین لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ اُس مشورہ سے پیشتر دونوں امیدواروں کی خدمت میں ہو آیا تھا۔ اور ایک طرف تو حضرت علیؓ کا ہوا خواہ بن کر جنابِ امیرؓ کو یہ ترغیب دے آیا تھا کہ اگر آپ سے حکومت کے بارہ میں شیخین کی پیروی کی بابت پوچھا جاوے تو آپ جواب میں صرف "انشا اللہ تعالیٰ" کہہ دیویں۔ تاکہ عوام میں یہ نہ مشہور ہو جاوے کہ آپ نے ہر معاملہ میں شیخین کی پیروی کا عہد کر لیا ہے اور آپ کو اپنے

ذاتی علم و اجتہاد اور قابلیت پر اعتبار نہیں۔ اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ کو کہہ آیا تھا کہ اگر آپ سے شیخین کی پیروی کی بابت کہا جائے تو اس کو بلا شرط منظور کر لینا۔

ادھر یہ قرار داد ہوئی ادھر آدھی رات کو حضرت عبدالرحمانؓ۔ حضرت مسعدؓ بن مخرمہ کے مکان پر پہنچے جو سو رہے تھے۔ حضرت مسعدؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے ان کو سویا ہوا دیکھ کر کہا کہ تم پڑے سو رہے ہو۔ اور واللہ میں نے ساری رات آنکھ نہیں جھپکی۔ جاؤ سعدؓ و زبیرؓ کو بلا لاؤ۔ جب یہ دونوں حضرات تشریف لائے تو ان سے مشورہ کر کے انہیں رخصت کر دیا۔ اور حضرت علیؓ کو بلا بھیجا۔ جناب عبدالرحمنؓ کا میلانِ طبعی جنابِ امیر کی طرف تھا۔ جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو اُن سے مدت تک مشورہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بلند آوازی کی نوبت پہنچ گئی۔ قیاس یہ ہے۔ کہ آپ کو شیخین کے طریق پر چلنے کی رائے دی گئی کیونکہ حضرت عبدالرحمنؓ نہ ہی صرف دل میں عہد کر چکے تھے۔ بلکہ عمرو بن العاصؓ کو وعدہ دے چکے تھے کہ انتخاب کا دار و مدار اسی بات پر ہوگا۔ بہرحال حضرت علیؓ کبیدہ خاطر ہو کر تشریف لے

گئے - پھر حضرت عثمانؓ بلا لئے گئے - اور کچھ عرصہ اُن سے باتیں ہوئیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔

صبح حضرت عمرؓ کی وفات کا تیسرا دن تھا۔ تمام عمالان و سرداران لشکر جو مدینے میں پہنچ گئے تھے مسجدِ نبوی میں جمع ہوئے - تمام صحابہؓ رسولؐ و اہل الرائے اصحاب کو بلایا گیا - اور سب مسجد کے صحن میں قریب قریب بیٹھ گئے - جب مجلس مکمل ہو گئی تو ہر دو امیدوارِ(دل) سے شیخین کے طرزِ حکومت کی پیروی کا سوال کیا گیا۔ جنابِ امیر کا جواب شرطیہ تھا - اور حضرت عثمانؓ غنی کا بلا شرط - یہ جواب سن کر حضرت عبدالرحمانؓ نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا -" اے خدا تو گواہ رہ کہ میں نے اپنی گردن کا بوجھ عثمانؓ کی گردن پر رکھ دیا اور ان سے بیعت کر لی " پھر حضرت علیؓ کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔" اے علیؓ میں نے لوگوں کی حالت دیکھ کر فیصلہ کیا ہے - پس میرے اختیار کی نسبت دل میں کوئی ملال نہ لانا - کیونکہ لوگ تم سے موافق نہیں " - حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کا بیعت کرنا تھا - کہ مہاجرین و انصار و دیگر مسلمان بیعت عثمانؓ پر ٹوٹ پڑے ✤

حضرت علیؓ نے جب مجلس کا یہ رنگ دیکھا تو ایک پُرزور اور نہایت مؤثر خطبہ میں لوگوں کے سامنے اپنے

حقوق کو پیش کیا۔ سامعین آمنا و صدقنا کہہ رہے تھے کہ حضرت عبد الرحمن رضؓ نے آپ کو خطاب کر کے کہا "اے علی رضؓ تم سب کچھ سچ کہتے ہو۔ مگر جمہور کی رغبت عثمان رضؓ کی طرف ہے"۔ چنانچہ اس پر جناب امیر رضؓ اپنے دولت کدہ کو چل دیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ مسجد کے دروازہ تک جا کر پھر آ گئے اور اسی رنج کی حالت میں جناب عثمان رضؓ غنی کی بیعت کر لی۔

۳۔ خلافت سے وفات تک

بیعت ہو جانے کے بعد حضرت عثمان رضؓ غنی منبر پر کھڑے ہو گئے۔ اور خطبۂ صدارت کا آغاز کیا۔ حمد و ثنا کے بعد لوگوں کو عمل صالح اور ثوابِ آخرت کی طرف متوجہ کیا اور خدا تعالٰے کی رضا جوئی کی طرف اشارہ کیا ہی تھا کہ آپ رُک گئے۔ اور پھر یہ فرما کر کہ اوّل ہر شے کا مشکل ہے اگر میں زندہ رہا تو بہت خطبے سنو گے۔ منبر سے اُتر آئے۔ اصحابِ سیر کی تحقیق ہے کہ آپ غایت درجہ رقیق القلب تھے۔ عمر بھی ستر سال کے قریب تھی۔ جب آپ بغرضِ خطبہ منبر پر چڑھے تو رسول اللہ صلعم کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا اور آپ آبدیدہ ہو کر منبر سے اُتر آئے۔ یہ خیال کہ آپ اچھے مقرر نہ تھے

محالات سے ہے۔ کیونکہ آنحضرت کے تمام صحابہؓ کے اتفاق سے آپ کو کفارِ قریش کے ہاں مسلمانوں کی طرف سے صلح حدیبیہ کے قبل اس غرض سے سفیر بنا کر بھیجنا کہ آپ مسلمانوں کا نکتہ نگاہ کفار کے سامنے پیش کریں اس کی سخت تردید کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کے بعد یہ خبر عام مشہور ہو گئی تھی کہ صرف فیروز ہی آپ کا قاتل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک جماعت کا تعلق ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ جس صبح حضرت عمرؓ زخمی ہوئے اُس سے پیشتر شام کو انہوں نے ہرمزان جفینہ اور فیروز کو آہستہ آہستہ کچھ مشورہ کرتے دیکھا تھا۔ جب حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ وہاں پہنچے تو وہ فوراً بھاگ نکلے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ سے خنجر گرا تھا۔ جس کی دونوں طرف دھار تھی۔ چنانچہ جب فیروز کا خنجر دیکھا گیا تو وہ ایسا ہی نکلا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے دن آپ کے بیٹے عبیداللہؓ نے ولی رنج میں ہرمزان کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے یہی مقدمہ پیش ہوا آپ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ قصاص لینا چاہیئے

لیکن باقی اصحاب نے فرمایا کہ کل عمرؓ شہید ہوتا ہے اور آج اس کے بیٹے کو قتل کرتے ہو۔ یہ مناسب نہیں ۔عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ معاملہ خلافت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا کیونکہ انتخاب خلافت سے پہلے کا ہے آخر بہت غور کے بعد حضرت عثمانؓ نے خوں بہا کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی اور اس طرح خوش اسلوبی سے معاملہ طے ہو گیا ۔ اور ہرمزان کے وارث بھی راضی ہو گئے۔

اس کے بعد ۲۶ھ میں مروان بن الحکم جس کو رسول اللہ صلعم نے نکالا ہوا تھا مدینے واپس بلایا گیا۔ یہ شخص بنو ہاشم سے ناراض تھا ۔جناب خلیفہ کو چکنی چپڑی باتیں بنا کر ان کا مشیر بن گیا ۔ اس کے بعد آذر بائیجان اور آرمینیہ کی بغاوتوں کو فرو کیا گیا ۔ اور ایک لشکر سعیدؓ بن عاص کے ماتحت طبرستان کو زیر کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ جس میں حضرات حسنینؓ بھی شریک تھے ۔ اہل طبرستان نے شکست کھا کر صلح کر لی ۔

فارس والوں نے مسلمانوں کے امیر عبید اللہؓ بن عمرؓ کو قتل کرکے بغاوت کی طرح ڈالی۔ اس لئے عبد اللہؓ بن عامر عامل فارس کو چڑھائی کا حکم ہوا انہوں نے اس بغاوت کو فرو کیا ۔ اس جنگ میں

فارس کا آخری نام نہاد بادشاہ یزدگرد بھی مارا گیا۔ اور ساسانی خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد بغاوت کا سلسلہ حدودِ سلطنت یعنی سندھ تک پھیلتا گیا۔ مگر ابن عامرؓ نے نہایت دانشمندی سے اس کا سدباب کیا۔

شام میں حضرت معاویہؓ نے سلطنت کے مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ اور جنگی کشتیاں تیار کرائی تھیں۔ جن کے ذریعہ پہلا بحری حملہ جزیرہ قبرص پر کیا گیا۔ اہلِ قبرص و روڈس نے اطاعت قبول کر کے خراج وغیرہ کی ادائیگی کا اقرار کیا اور صلح کرلی۔ عبد اللہؓ بن قیس مسلمانوں میں سب سے پہلے امیر البحر ہوئے۔ اور اس لڑائی کے علاوہ رومیوں سے ان کی کئی بحری لڑائیاں ہوئیں۔ مگر کبھی ان کے بیڑے کا ایک آدمی بھی ضائع نہیں ہوا۔

۲۵ھ میں عبد اللہؓ بن سعد افریقہ کے سپہ سالار ہو کر رومیوں کے مقابل آئے جب ۲۶ھ میں رومیوں سے لڑائی ہوئی تو اس میں امام حسینؓ و حسنؓ بھی شامل تھے قیصر روم کے امیر لشکر (جرجیر) گریگورے نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص عبد اللہ بن سعد کا سر کاٹ لائیگا اس کو ایک لاکھ دینار انعام ملیگا۔ جب عبد اللہؓ بن زبیر کمک لے کر آئے تو پوچھا کہ ابنِ سعدؓ کہاں ہے۔ اہل لشکر نے کہا کہ جرجیر کے اعلان کی وجہ سے پیچھے رہتے ہیں۔

ابن زبیرؓ نے کہا کہ ہماری طرف سے اعلان کردو کہ جو جرجیر کا سر کاٹ لائیگا اُس کو ہم ایک لاکھ دینار دینگے اور جرجیر کی بیٹی سے اس کی شادی کر دینگے۔ اور ممالک مفتوحہ کا گورنر بھی وہی مقرر ہوگا۔ چند روز لڑائی بڑے زور سے ہوئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جرجیر کو حضرت عبداللہؓ بن زبیر نے ہی قتل کیا چنانچہ آپ کی شادی اُس کی لڑکی سے کر دی گئی۔ اس لڑائی میں لاکھوں روپے مالِ غنیمت میں آئے تھے۔ اس کے بعد عبداللہؓ بن سعد نے مضافات و ملحقاتِ مصر کو فتح کر لیا۔ جو اصطلاح میں افریقہ کے نام سے موسوم ہے۔

اس کے بعد ۳۱ھ میں مسلمانوں کی سب سے پہلی بڑی بھاری بحری لڑائی ہوئی۔ جس میں قسطنطین شاہِ روم نے بذاتِ خود حصہ لیا۔ بڑی گھمسان کے بعد قسطنطین خود زخمی ہو کر سسلی چلا گیا۔ جہاں اہلِ جزیرہ نے جو اُس کے جور و ظلم سے تنگ آ گئے تھے۔ اُسے قتل کر دیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو ایک نمایاں فتح حاصل ہوئی۔

۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے حج کیا۔ جس میں تمام صحابہ ساتھ تھے۔ اور سفر بڑی رونق و چہل پہل سے کیا گیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں آسودہ حالی بہت ہوگئی

تھی - لوگ اسراف کی طرف مائل ہو گئے - حضرت عثمانؓ نے جمع مال کے جواز کا حکم دیا - حضرت ابوذرؓ غفاری اس کے خلاف تھے اور علاقۂ شام کے امراء کو جمع زر سے روکتے تھے - کیونکہ تقریباً تمام مسلمان صاحبِ ثروت ہو چکے تھے - انہیں حضرت ابوذرؓ غفاری کے وعظ سے تنگ دِل ہونا پڑتا تھا - اس واسطے حضرت عثمانؓ نے آپ کو مدینہ واپس بلا لیا - اور پھر ان کو رالبذہ میں جو مضافاتِ مدینہ سے ہے بھیج دیا -

۳۰ھ میں خاتمِ نبوت (یعنی وہ انگوٹھی جو رسولِ خدا صلعم کے دستِ اقدس میں رہا کرتی تھی اور بعدہٗ حضرت ابوبکرؓ اور حضرتِ عمرؓ کے ہاتھ میں رہی) حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر گئی - حضرت عثمانؓ نے ہرچند تلاش کرائی مگر نہ ملی - یہ انگوٹھی حکومتِ اسلامیہ کی نشانی سمجھی جاتی تھی اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی - اس پر الفاظ لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کندہ تھے -

کوفہ میں حضرت عثمانؓ نے سعدؓ بن ابی وقاص کو گورنر مقرر کیا تھا - مگر اُن سے کوئی خطا سرزد ہونے پر انہیں معزول کر دیا - اور ان کی بجائے ولیدؓ بن عقبہ کو مقرر کیا - لوگ ولید بن عقبہ کے سلوک سے تنگ آ گئے اور ان کے خلاف شکایات کیں - اس پر

حضرت عثمان رضؓ نے ولیدؓ کو بھی موقوف کر دیا۔ اور اُن کی بجائے سعیدؓ بن عاص کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

سعیدؓ نے خلیفہ کو مفصل رپورٹ لکھی کہ جب تک بعض فتنہ پرداز لوگ کوفہ سے نہ نکالے جائیں گے یہاں انتظام رکھنا مشکل ہے۔ دربارِ خلافت سے حکم ہوُا کہ ان کو شام میں بھیجدو۔ چنانچہ کوئی دس بارہ اشخاص کوفہ سے بدر کر کے شام بھیجے گئے۔ چندے وہاں رہنے کے بعد امیر معاویہؓ نے خلافت پناہ کو لکھا کہ میں ان لوگوں کی اصلاح سے عاجز ہوں۔ ان کو میرے ملک سے نکال دیا جائے۔ اس پر دربارِ خلافت سے حکم پہنچا کہ ان کو عبد الرحمٰنؓ حاکم حمص کے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔ امیر حمص نے ان لوگوں کو اچھی طرح سے گوشمالی کی اس پر سارے فتنہ پرداز تائب ہوئے۔ اور ان کو معافی دی گئی۔ اور کوفہ میں واپس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ آغاز ۳۳ھ میں ہوُا۔

یہ واپسی گویا فتنہ اندازی کا دروازہ کھولنا تھا۔ جوں ہی کہ یہ لوگ کوفہ پہنچے انہوں نے خلافت مآب کی بُرائیاں بیان کرنی شروع کر دیں اور اُن کے عمال کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اس پر جناب سعدؓ حاکم کوفہ خود مدینہ تشریف لے گئے اور جنابِ خلیفہ کو اُن کی کارروائیوں سے مطلع کیا۔ جب سعدؓ واپس کوفہ

آنے لگے تو ان لوگوں نے اُن کی مخالفت کی۔ اس لئے خلافت مآب نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حاکمِ کوفہ مقرر کر دیا۔ اس سے باغیانِ کوفہ کی طاقت بڑھ گئی۔

اسی اثنا میں بصرہ میں ایک شخص عبد اللہ بن سبا کا ظہور ہُوا۔ جو صنعا کا یہودی تھا۔ مگر بیان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ اُس نے جب دیکھا کہ سلطنتِ اسلامی میں اندرونی فتنے کا آغاز ہے تو مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کی مختلف ترکیبیں سوچتا رہا۔ آخر اُس نے اس امر کی تبلیغ شروع کر دی کہ مسلمانوں پر افسوس ہے کہ آلِ رسولؐ کے ہوتے ہوئے وہ دوسروں کی حکومت پسند کرتے ہیں۔ چونکہ ان باتوں سے رسولِ خدا صلعم کے ساتھ بظاہر الفت اور اہلِ بیت کے ساتھ محبت کا اظہار تھا اس لئے لوگ اُس کے کلمات کو عقیدت مندی سے سنتے تھے۔

جب عبد اللہ بن سبا کے متعلق گورنر کو اطلاع پہنچی تو عبد اللہؓ بن عامر (گورنر بصرہ) نے اسے بلا بھیجا اور اس کو بصرہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ وہ یہاں سے کوفہ چلا گیا۔ وہاں حضرت عثمانؓ کے خلاف پہلے ہی کافی مواد موجود تھا۔ اس لئے وہاں اس کی دال خوب گلنے لگی۔ آخر وہاں سے بھی

نکال دیا گیا - اور مصر پہنچا اور وہاں جا کر ایک مخفی جماعت قایئم کی - اور اس جماعت میں جن کو اپنا پختہ ہمخیال سمجھتا اُن کو تمام صوبجاتِ سلطنت میں بھیجتا رہتا - تا آنکہ ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جس کو یہ یقین ہو گیا کہ حضرتِ عثمانؓ خلافت کے حقدار نہیں - اور یہ مرتبہ صرف حضرت علیؓ کا حق ہے - جب صحابہ کو بھی اس امر کا علم ہوا تو اُنہوں نے جنابِ خلیفہ سے تذکرہ کیا - آپ نے لاعلمی ظاہر کی اور فرمایا کہ اصل حالات کی دریافت کے لئے معتبر صحابہ تمام قطعاتِ ملک میں بھیج دیئے جائیں - چنانچہ اس پر عمل کیا گیا - اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو کوفہ - حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بصرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو شام اور حضرت عمارؓ بن یاسر کو مصر بھیجا گیا - ان تمام حضرات نے سوائے حضرت عمارؓ بن یاسر کے واپس آکر اطلاع دی کہ ہم نے کوئی نئی بات نہیں دیکھی اور حالات کو بدستور سابق پایا - حضرت عمارؓ بن یاسر کی نسبت حضرت عبد اللہ بن سعد والئِ مصر نے لکھا کہ عبد اللہ بن سبا کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں -

مصر میں عبد اللہ بن سبا کے علاوہ دو اور

شخص حضرت عثمانؓ کے سخت دشمن پیدا ہو گئے تھے - ان میں سے ایک محمدؐ بن حذیفہ تھے - جو یتیم رہ گئے تھے - اور جناب عثمانؓ کے دامنِ شفقت میں پرورش پائی تھی - وہ جب جوان ہوئے تو حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ انہیں کسی علاقہ کا عامل بنایا جاوے حضرت عثمانؓ نے آپ کو ایسے عہدہ کے ناقابل سمجھ کر انکار کر دیا - دوسرے حضرت محمدؐ بن ابوبکرؓ جن کے خلاف حضرت عثمانؓ نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا - اور سبائی جماعت نے آپ کو مصر میں بلا کر سبز باغ دکھائے تھے - عمار بن یاسرؓ اس واسطے مخالف ہو گئے تھے کہ آپ کو بھی خلافت مآب نے ایک معاملہ میں سزا دی تھی -

اس دوران میں عبداللہ بن سبا دیگر جلیل القدر صحابہ کے پاس جانے لگ گیا - چنانچہ حضرت ابو درداءؓ کی خدمت میں حاضر ہوا - تو انہوں نے اس کی باتیں سُن کر دھتکار دیا اور فرمایا کہ تو یہودی معلوم ہوتا ہے - اسی طرح شام میں جب وہ حضرت عبادہؓ بن صامت کے پاس گیا تو وہ اُسے پکڑ کر امیر معاویہؓ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ یہ شخص بڑا فسادی معلوم ہوتا ہے

مگر سبائی خیالات ملک میں ہر سُو پھیل چکے تھے۔
اور جو لوگ خلیفہ سے بد ظن ہو گئے تھے۔
وہ اُن کے منہ پر اُن سے سخت گلامی سے
پیش آنے لگ گئے تھے۔ جناب غنیؓ نے
اور کوئی چارہ نہ دیکھا تو تمام ممالک میں ایک
حکم نامہ بھیجا کہ آئندہ تمام امراء و سردار حج کے
موقعہ پر مجھے ملیں۔ جب ایسا اجتماع ہو گیا
تو اس میں اس فتنہ کے حالات پوچھے گئے۔
سعیدؓ بن عاص نے کہا کہ یہ ایک مخفی گردہ
ہے۔ اس لئے اُس کی تحقیق کر کے جو لوگ
اس میں شامل ہیں اُن کو باغی قرار دے کر قتل
کر دیا جاوے۔ عبد اللہؓ بن سعد نے اس کی تائید
کی۔ امیر معاویہؓ نے رائے دی کہ مفسدوں کی
گوشمالی لازم و الزم ہے۔ عمرو بن عاصؓ نے
کہا کہ یہ سب کچھ آپ کی نرمی کا نتیجہ ہے۔
حضرت عمرؓ کبھی ایسا نہ کرتے تھے۔ اور جب
ملک میں فساد کا اندیشہ ہوتا تھا۔ تو بانیانِ
نفاق کیفرِ کردار کو پہنچائے جاتے تھے۔ لہٰذا
کوئی وجہ نہیں کہ مفسدوں سے چشم پوشی کی جاوے
یہ سب کچھ سن کر جنابِ خلافت مآب نے فرمایا
کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ وہی فتنہ نہ ہو۔ جس کی

خبر حضرت خیر البشرؐ دے چکے ہیں - لہٰذا میں سختی روا نہیں رکھوں گا - اور نرمی سے اس کے فرو کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ صاحبان بھی اپنے اپنے صوبوں میں واپس جا کر کوشش کریں کہ نرمی سے اُس کا بندوبست ہو جاوے - جب امرائے سلطنت واپس جانے لگے تو امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کی کہ میرے ملک میں کوئی خطرہ نہیں - آپ میرے ہمراہ ملک شام کو تشریف لے چلیں - ایسا نہ ہو کہ یہ فتنہ کوئی نیا گل کھلائے - حضور کا جواب تھا کہ میں رسالتمآبؐ کے قرب کو دُنیا و مافیہا کے لئے بھی ترک نہ کروں گا - اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا کہ حکم ہو تو آپ کی حفاظت کے لئے فوج کا ایک معتبر رسالہ بھیج دوں - جواب دیا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ اس سے اہلِ مدینہ کو تکلیف ہونے کا امکان ہے -

ادھر سبائی جماعت نے فیصلہ کیا کہ جب حضرت خلیفہ مدینہ واپس پہنچیں تو ہر صوبہ سے چند وفد بھی مدینہ پہنچ جائیں اور یہ مشہور کر دیں کہ ہم خلیفہ سے سلطنت کے متعلق چند امور دریافت کرنا چاہتے ہیں - چنانچہ اس قرارداد

کے مطابق کوفہ بصرہ اور مصر کے وفود مدینہ پہنچے۔
حضرت عثمانؓ نے قاصد بھیج کر ان کے آنے کی غرض دریافت کی۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا مدعا یہ ہے کہ جنابِ خلیفہ کی غلطیاں ان کے روبرو ظاہر کر کے ان کو خلافت سے دستکش ہونے پر مجبور کیا جاوے۔ اور اگر وہ اس کو نہ مانیں تو اُنہیں قتل کر دیا جاوے۔
حضرتِ عثمانؓ نے مجلسِ شوریٰ قائم کر کے اُن کو بُلایا اور اُن کی سب شکایتیں سُن کر اہلِ مجلس سے دریافت کیا۔ جن میں سے اکثر کی رائے تھی کہ اُنہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا جاوے۔
حضرت ذی النورینؓ نے فرمایا کہ جب تک ارتداد یا کوئی ایسا جرم قائم نہ ہو جس کی سزا پھانسی ہو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ نے ان شکایات کے شافی جواب دیئے۔ سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنے اقربا کو امارتیں دے رکھی ہیں۔ جس کا جواب خلافت پناہ نے یہ دیا کہ اوّل تو بعض ان میں میری خلافت سے پہلے امیر تھے اور دوسرے جن کو میں نے امیر مقرر کیا

ان میں اس بات کی صلاحیت موجود تھی - اور ان کے خلاف رعایا میں کوئی شکایت نہیں۔ اس لئے یہ کوئی عیب کی بات نہیں - خصوصاً جب کہ وہ غیروں سے زیادہ قابل اعتماد پائے جائیں اس کے بعد ان وفود کو رخصت کر دیا -

ان لوگوں نے دربار خلافت سے واپس ہو کر اپنے ہم خیالوں کو چٹھیاں لکھ دیں کہ جتنی تعداد میں ہو سکے مدینہ کو چلے آئیں - چنانچہ چند یوم میں ہزاروں باغی مدینہ میں وارد ہوئے - جن کا سرغنہ عبد اللہ بن سبا تھا - اور ان کے اسسٹنٹ عمرو بن الحکم اور حرقوس بن زبیر تھے - اس بات پر سب متفق تھے کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جاوے - مگر خلافت کے متعلق بعض تو حضرت زبیرؓ کے حق میں تھے اور بعض حضرت طلحہؓ کے اور کثرت سے حضرت علیؓ کا نام لیا جاتا تھا - جب یہ منصوبہ پختہ ہو گیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و امیر رضوان اللہ علیہم سے کہا جاوے کہ وہ خلیفہ کے پاس ان کے ہمراہ چلیں - اور اُس کے جور و ظلم کی داستان اس کے سامنے پیش کریں مگر ان سب اصحاب نے ایسا کرنے سے انکار

کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد ان ہزار ہا اشخاص نے جناب خلافت مآب کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اعلان کر دیا کہ مدینہ میں صرف اُسی شخص کو امان ہو گی جو تلوار میان میں رکھیگا۔ اس حال کو دیکھ کر جناب علیؓ نے ان مفسدہ پردازوں کو بہترا سمجھایا مگر انہوں نے کہا کہ آپ کچھ کریں ہمیں یہ خلیفہ منظور نہیں۔ بلکہ آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاویں۔ حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ آپ کو بھی اس معاملہ میں ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ تو مدینہ چھوڑ کر اس کے باہر قیام کر لیا۔ اس کے بعد یہ لوگ ایک فرمان لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ جس میں امیرِ مصر کو لکھا تھا کہ میں ان لوگوں کو واپس کرتا ہوں جب یہ مصر پہنچیں تو اُن کو قتل کروا دینا۔ حضرت عثمانؓ اس فرمان کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور فرمایا کہ دو صورتیں شرعی ہیں یا تو تم لوگ دو گواہ پیش کرو کہ یہ فرمان میں نے بھجوایا ہے اور یا مجھ سے حلف لے لو مجھے اس کا علم تک نہیں کیونکہ ایسا

خط لکھوا لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے - مگر باغیوں نے آپ کی پیش کردہ صورتیں نہ مانی اور کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو ہمیں آپ کو خلیفہ رکھنا منظور نہیں آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں - حضرت عثمان رضؓ نے اس امر سے انکار کیا تو باغیوں نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور اُنہیں گھر ہی میں محصور کر دیا -

اسی حالت میں تھے کہ حج کا موسم آگیا۔ آپ نے اندر ہی سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کو امیر الحاج مقرر فرمایا اور اپنے حالات سے لکھ کر آگاہی دی - جب باغیوں کو یہ علم ہُوا تو اس خوف سے کہ کہیں تمام حصص سلطنت سے لوگ خلیفہ کی امداد کو نہ پہنچ جائیں اپنے مقصد کو پورا کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ اور آپ کے مکان کے دروازہ کو آگ لگا دی اور اس کو گرا کر اندر گھس آئے - بعض بد بخت ابن حزم کے مکان سے جو خلیفہ کے پڑوس میں تھا - کود کر داخل ہو گئے۔

جب اس واقعہ کی خبر حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے فرزندوں کو پہنچی۔

جن کو اُن کے بزرگوں نے باغیوں کی مدافعت کے لئے مقرر کیا ہُوا تھا۔ تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آ گئے۔ آپ نے ان جوانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میری خاطر اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور خود بھوکے پیاسے بڑے اطمینان سے بیٹھ کر تلاوت کلام اللہ میں مصروف ہو گئے اتنے میں محمدؐ بن ابوبکرؓ پہنچ گئے۔ اور آپ کو ریش مبارک سے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا۔" تیرا والد اس داڑھی کی بہت عزت کرتا تھا"۔ وہ یہ سُن کر پیچھے ہٹ گئے تو مصریوں کے سردار غافقی اور سودان بن حمران نے چھرے اور تلوار سے وار کئے۔ آپ کی بیوی نائلہؓ نے قاتلوں کو روکنا چاہا تو سودان کی تلوار سے ان کی ہتھیلی اور انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں اسی اثنا میں کسی تیسرے شخص نے جناب عثمان غنیؓ کے سر مبارک کو تنِ اطہر سے الگ کر دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

بعد میں باغیوں نے آپ کا گھر لوٹ مار سے بالکل خالی کر دیا اور مدینہ طیبہ میں آپ کی شہادت کا اعلان شائع کر دیا۔ آپ کی شہادت

۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو ۲۲ روز کے ایسے محاصرہ کے بعد جس میں آپ کو پانی اور خوراک کی بے حد تکلیف رہی وقوع میں آئی اور باغیوں نے آپ کے دفن کرنے کی اجازت نہ دی چنانچہ رات کو مخفی طور پر آپ کو قبر میں اُتارا گیا۔ اور جنازہ کی نماز حضرت جبیرؓ بن مطعم نے پڑھائی ؎

۴۔ ازواج و اولاد

ایامِ جاہلیت اور اسلام میں آپ نے نو نکاح کئے۔ جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے :۔

۱۔ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلعم۔

۲۔ حضرت اُم کلثومؓ بنت رسول اللہ صلعم۔

ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ انہی کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کا لقب ملا تھا ؎

باقی ازواج کے نام یہ ہیں :۔

(۳) فاختہ بنت غزوان (۴) اُم عمر بنت جندب (۵) فاطمہ بنت ولید مخزومیہ۔

(۶) ام النبین بنت عیینیہ (۷) رملہ بنت شیبہ (۸) نائلہ بنت الفرافصہ (۸) سریت آپ کی وفات کے وقت - ام البنین رملہ اور نائلہ موجود تھیں ۔

اولاد میں سے حضرت عبد اللہ و عبد اللہ اصغر و عبد الملک خوردسالی میں فوت ہو گئے - اور ابان - عمر - خالد - سعید - ولید رضوان اللہ علیہم بڑے ہوئے - ان کے علاوہ آپ کی کئی بیٹیاں تھیں - جن کے نام مریم - ام سعید - عائیشہ ام ابان - ام عمر اور مریم صغریٰ - سویدا اروی - ام خالد اور ام عثمان ہیں -

۵ - فضائل و اخلاق

حضرت عثمان غنیؓ کے فضائل بے شمار ہیں - کیونکہ آپ نے کبھی کسی سائل کو رد نہیں کیا اور ابتدائے اسلام میں جہاں روپیہ کی ضرورت پڑی نگاہیں آپ ہی کی طرف اُٹھتی تھیں اور آپ نے کبھی جان و مال اسلام پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا - رسول خدا صلعم نے اپنی حیات مبارک

ہیں آپ کو تین مرتبہ جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی - ایک اس وقت جب آپ نے مسجد نبوی کے آس پاس کی زمین خرید کر وقف کر دی - دوسرے جب آپ نے مدینہ کے قرب میں ایک کنواں جو بئر رومہ کے نام سے مشہور تھا - ایک لاکھ روپیہ میں خرید کر وقف کر دیا - اور تیسرے جس وقت آپ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر فیاضی کے دریا بہا دیئے -

رسول خدا صلعم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے آپ کے ساتھ کیا - اور جب حضرت اُم کلثومؓ فوت ہو گئیں تو فرمایا اگر میری کوئی تیسری لڑکی بھی قابلِ شادی موجود ہوتی تو میں اُن کا عقد حضرت عثمانؓ ہی سے کرتا -

آپ مسلمانوں میں سے پانچویں شخص ہیں جو ایمان لائے - اور بڑے اعلےٰ درجے کے کاتب وحی - حافظِ قرآن اور قاریِ کلام اللہ تھے -

جناب خاتم النبیینؐ نے دہ دفعہ آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین فرمایا - اور واقعۂ حدیبیہ کے وقت اپنے دستِ اقدس کو جنابِ ذوالنورینؓ کا ہاتھ قرار دیا -

نمازِ جمعہ سے قبل اذاں دینا آپ نے قائم کیا نیز تکبیر کو آہستہ آواز میں کہنا آپ ہی کے وقت میں جاری ہُوا۔

سب سے پہلے افطاعِ ممالک میں قرآن مجید کی اشاعت آپ ہی نے کی۔ جس سے اختلافِ قرائت کا خدشہ بالکل ہٹ گیا۔

خوش حالی اور دولتمندی کی یہ حالت تھی۔ کہ تمام عمر کسی کے ایک حبہ کے شرمندہ نہیں ہوئے اور زمانِ خلافت میں بھی بیت المال سے بالکل کوئی وظیفہ نہیں لیا جس وقت آپ کا انتقال ہُوا۔ آپ لاکھوں روپے نقد اور لاکھوں روپے کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ چھوڑ گئے۔

آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ اور مدینہ کا کوئی کوچہ نہ تھا جہاں آپ کا خرید کردہ آزاد نہ پایا جاتا ہو۔ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے اخلاق بالکل بانیٔ اسلام سے ملتے تھے۔ آپ حیا کی مجسم تصویر تھے۔ بازار میں چلتے تو نیچی نظر سے۔ اور غسل بھی فرماتے تو کپڑوں سمیت ؎

طبیعت اس قدر نرم اور گداز واقع ہوئی تھی کہ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو فوراً اس کی مدد کو تیار ہو جاتے اور اگر کوئی درشت کلامی سے پیش آتا تو تحمل و برداشت کرتے مؤرخین متفق ہیں کہ اگر آپ جنابِ عمرؓ کی طرح گاہے گاہے مناسب سخت گیری کا سلوک روا رکھتے تو آپ کو فتنہ و فساد کی مصیبت نہ دیکھنی پڑتی۔

بڑے مہمان نواز تھے اور مہمانوں کو ہمیشہ عمدہ سے عمدہ کھانے کھلاتے۔ مگر خود سرکہ و روغن زیتون سے روٹی کھایا کرتے تھے۔ شام کا کھانا برائے نام کھاتے تھے۔

جب مدینہ میں قحط ہوا تو اعلان کر دیا کہ مساکین آپ کے دولت خانہ سے تناول ماحضر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہزاروں نے اس کا فائدہ متواتر کئی ہفتوں تک اٹھایا۔

باوجود تموّل کے کبھی فاخرانہ اور شاندار لباس زیبِ بدن نہ کیا۔ اور جب سواری کرتے تو اپنے غلام کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس میں کچھ عار نہ کرتے۔

اتّقا اور خوفِ خداوندی کے متعلق جو آپ کی حالت تھی وہ حیطۂ بیان سے باہر ہے

اگر آپ کے اقوال اور ایسے واقعات جن سے آپ کی فضیلت ثابت ہو مفصل بیان کئے جائیں تو ضخیم جلدیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر ہمارے مطلب کے واسطے جو کچھ لکھا گیا کافی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

چہار یار

نمبر ۴

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ

۱- ولادت سے وفات خیر الانام تک

حضرت علیؓ مرتضیٰ جناب محمدؐ مصطفیٰ صلعم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اس لئے والد کی طرف سے آپ کا خاندان اور شجرۂ نسب وہی ہے جو رسول اکرم صلعم کا ہے۔ آپ کے والد کا نام ابو طالب بن عبد المطلب تھا

جب آنحضرت صلعم کے دادا فوت ہوئے تو جناب محمد صلعم کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ اس وقت سے آپ ابو طالب کے دامن تربیت میں آ گئے۔ اور ان کی وفات یعنی بعثت سے دس سال بعد تک ابو طالب نے آپ کا پورا ساتھ دیا۔ آنحضرتؐ کے لئے ابو طالب بمنزلہ باپ کے تھے اور جب تک وہ زندہ رہے آنحضرتؐ کفار کی اشد ترین مصائب سے محفوظ رہے۔ کیونکہ ابو طالب ہمیشہ آپ کے لئے سینہ سپر ہوتے تھے

حضرت علیؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ اور وہ بھی دوسری پشت میں شجرہ نسب جناب رسالتمآب سے ملتی تھیں۔ رسول خدا صلعم کو آپ کی والدہ سے اتنی محبت تھی کہ آپ انہیں ماں کہا کرتے تھے

حضرت علیؓ ہجرت سے ۲۱ برس پیشتر پیدا ہوئے اور علاوہ علیؓ کے آپ کا نام حیدرؓ اور اسد اللہ بھی رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابو الحسنؓ و ابو الحسینؓ و ابو تراب تھی۔ اور آپ کا لقب مرتضٰی۔

عرب کے دستور کے مطابق آپ ولادت کے بعد قبیلہ بنی ہلال کی ایک دایہ کے سپرد ہوئے جس نے آپ کو دودھ پلایا اور دو ڈیڑھ سال تک پرورش کی۔ اس کے بعد آپ اپنی والدہ کے سپرد

ہوئے - جہاں رسول اللہ صلعم آپ سے بہت پیار کرتے رہے پانچ یا چھ سال کی عمر تھی - کہ عرب میں قحط پڑا - اور رسولِ خدا صلعم نے حضرت علیؓ کو اپنے پاس لے لیا - بعثت کے وقت جنابِ امیرؓ کی عمر پانچ سال کی تھی - جیسا پہلے گذر چکا ہے - یہ بات بالتحقیق ثابت نہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر صدیقؓ مگر اغلب یہ ہے کہ آپ اُن سے پہلے مسلمان ہوئے - اس قدر پختہ طور پر ثابت ہے کہ بچوں میں سب سے پیشتر آپ ہی مشرف باسلام ہوئے -

رسول اللہ صلعم کے پاس رہنا آپ کی تعلیم کا بڑا باعث تھا - اور آپ کو اس نئے دین سے یہ محبت تھی کہ آنحضرت کی زبان مبارک سے جو بات نکلنے پاتی تھی آپ اُس کے پورا کرنے میں پوری سعی و کوشش کرتے - جب آپ کی عمر ۱۳ سال کی ہوئی تو بایمائے جنابِ پیغمبرؐ آپ نے گھر میں دعوت کا انتظام کیا - اور کل برادرانِ قریش کو بلایا جب رؤسائے قبیلہ کھانے سے فارغ ہوئے اور جنابِ رسولِ کریم نے ایک پُرزور خطبہ میں ان سے قبولیتِ دینِ حقہ کی اپیل کی تو سب چپ ہو گئے آخر نبی کریمؐ نے سوال کیا کہ کیا کوئی اس کام میں

میرا ساتھ دیگا۔ کچھ منٹوں تک کوئی آواز نہ آئی اور آخر حضرت علیؓ اُٹھ کھڑے ہو لئے اور فرمایا۔ "میں آپ کے ساتھ رہوں گا"۔ یہ سن کر اہل مجلس ہنسنے لگے۔ اور ابو طالب کی پھبتیاں اُڑائیں کہ اب وہ اپنے نابالغ بچے کی فرمانبرداری پر مجبور ہو گیا۔

آپ دیگر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح کفارِ قریش کی ان تمام تکالیف و مصائب کا نشانہ بنے رہے۔ جن کا بیشتر حصہ رسول اللہ صلعم کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

جب آپ کی عمر ۲۰ سال کی ہو چکی تو آپ کے والد ابو طالب نے انتقال کیا۔ اس صدمہ سے آپ کو تو جو قلق ہوا ہو گا اُس کا اندازہ مشکل ہے مگر جناب ختم المرسلینؐ فرماتے تھے کہ آج میرا باپ فوت ہو گیا۔ ابھی اس واقعہ کو ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ جنابِ خدیجہ زوجۂ محترمہ حضرت رسالت پناہ فوت ہو گئیں۔ آپ کو حضرت علیؓ سے اپنے بچوں کی طرح اُنس تھا۔ لہٰذا جنابِ امیرؓ کو اس حادثۂ جانکاہ کا بھی سخت غم ہوا۔

کفار کے حسد و عداوت کے علاوہ جب بانیٔ اسلام صلعم پر اسطرح بھی کوہِ غم ٹوٹ پڑا تو آپ نے ہجرتِ مدینہ کا حکم دیدیا۔ قریباً تمام صحابہ اس حکم کی تعمیل

میں مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینے چلے گئے۔ یہاں تک کہ حضرتِ علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے سوا مکہ میں کوئی صحابی نہ رہا۔ ہجرت کے فرمانِ واجب الاذعان کی تاریخ سے تخمیناً چار ماہ بعد جب سرورِ عالمؐ نے مدینہ جانے کا ارادہ فرمایا تو کفار چاروں طرف سے آپ کی شہادت کے درپے تھے چنانچہ آپ نے فیصلہ کیا کہ رات کو جنابِ ابوبکرؓ کی معیت میں رخصت ہوں اور مکہ میں حضرت علیؓ کو پیچھے چھوڑا جاوے تاکہ وہ مکے والوں کی امانات واپس کردیں اور پھر مدینہ کو چلے آویں۔ جب آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے اس امر کا تذکرہ کیا تو آپ نے بسر و چشم اس رائے کو منظور فرمایا پھر حکم ہوا کہ آج رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سونا ہوگا۔ شیرِ خدا کو سوجھ تو گئی کہ کفار تاک میں ہوں گے اور موقع ملا تو گھر میں داخل ہو کر کام تمام کر دینگے۔ مگر اس امر کی کچھ پرواہ نہ کی اور ساری رات اجل کے منہ میں بسر کی۔ صبح جب کفار نے دیکھا کہ حضرت "محمد صلعم" اُن کے ہاتھوں سے بچکر نکل گئے تو حضرت علیؓ کو گرفتار کر لیا۔ آخر رؤسائے کفار نے ان کو پکڑنے میں کچھ فائدہ نہ دیکھ کر ان کو رہا کر دیا۔

جنابِ امیرؓ نے بمطابق حکمِ رسول خدا صلعم جب لوگوں کی امانات واپس کیں اور اس حکم کی بجا آوری سے فارغ ہوئے تو مدینہ منورہ کا عزم کیا اور مدینہ سے دو تین میل درے موضع قبا میں جہاں حضرت محمد صلعم نے چند روز کے لئے قیام فرمایا تھا آنحضرت صلعم سے آملے اور مسجدِ قبا کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ رستہ میں آپ کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ اور آپ نے ان کو بھگا دیا سلسلۂ مواخاۃ میں آپ خود رسول اکرم صلعم کے بھائی قرار پائے۔

مدینہ پہنچکر غزوۂ بدر کا معاملہ پیش ہوا۔ اس میں حضرت علیؓ کے متعلق جو قابل ذکر امر ہے وہ یہ ہے کہ جب سردارانِ قریش نے میدان میں نکل کر مبارزہ طلب کئے تو جاں نثارانِ انصار مقابلے کو نکلے۔ قریش نے للکارا کہ ہم اپنے جیسوں سے مقابلہ کریں گے۔ اور انصار سے نہیں چنانچہ اس پر جو شخص قریش میں سب سے پہلے اُن کے سامنے آئے وہ امیر مرتضیٰ تھے۔ لڑائی بڑے شد و مد سے ہوئی اور کفارِ مکہ کو نیچا دکھایا گیا۔

اس وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۱ و ۲۲ سال کی ہو چکی تھی۔ اور آپ کو اپنی شادی کا خیال تھا۔

رسولِ خدا صلعم کی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزہراؓ بھی
اٹھارہ سال کی ہو گئی تھیں۔ کئی صحابہؓ کی رغبت
اس شادی کی طرف تھی۔ مگر رسول خدا صلعم ان
کی طرف کچھ التفات نہ کرتے تھے۔ آخر بعض
معاملہ فہم صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکرؓ و حضرت
عمرؓ نے حضرت علیؓ کو اس طرف توجہ دلائی۔
حضرت علیؓ شاہِ دوجہاں کے مقابل اپنی بے
بضاعتی کا عذر کرتے تھے۔ اس سے پیشتر رسولِ
خداؐ کی صاحبزادیوں کی شادیاں جو ہوئیں وہ
خاصے متمول بزرگوں سے ہوئی تھیں۔ اس لیے
حضرت علیؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایسا پیغام
دینے سے جھجکتے تھے۔ قصہ کوتاہ جب اکابرِ صحابہ
اور خصوصاً شیخین نے بہت زور دیا تو آپ دربارِ
رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور نیچی نظریں ڈالے ہوئے
امرِ معلوم کا پیغام دیا۔ آنحضرت صلعم نے دریافت
فرمایا کہ کچھ اثاث البیت بھی رکھتے ہو۔ جنابِ
امیرؓ کا جواب تھا کہ صرف ایک تلوار ایک زرہ
اور ایک اونٹ میری ملکیت ہے۔ اس پر
حضرت خیر البشرؐ نے زرہ کو حق مہر قرار دے کر
نکاح کر دیا۔ اس زرہ کو جنابِ عثمان غنیؓ نے
۴۸۰ درہم پر خرید فرمایا اور دام سمیت جناب مرتضیٰؓ کو

واپس کردی

نکاح سے ایک ماہ بعد رخصتانہ ہوا۔ اور جنابہ زہراؓ کو جہیز میں ایک بان کی چارپائی۔ ایک چمڑے کا گدا ایک مشک ایک چھاگل دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے دیئے گئے۔ کیونکہ جنابہ زہراؓ کی والدہ موجود نہ تھیں اس واسطے رخصتانہ سے اگلے دن حضرت محمد مصطفیٰؐ اپنی لختِ جگر کو ملنے کے لئے خود حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔

اس موقعہ پر حضرت علیؑ کی شادی کی زندگی کے متعلق چند الفاظ لکھنے ناموزوں نہ ہونگے۔ آپ جناب فاطمۃ الزہراؓ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اور کبھی خفگی ہوتی تو خود جناب احمد مجتبیٰؐ آپ کی صلح کرادیا کرتے تھے۔ گھر کا کام مل جل کر کیا جاتا تھا۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے اولاد ہوگئی تو آپ نے اپنے والد ماجد صلعم سے ایک لونڈی کی درخواست کی مگر آپ نے انکار فرمایا۔ بعد میں ایک لونڈی فضہؓ نام عطا ہوئی۔ اور جنابہ زہراؓ نے اُس کے ساتھ باری ٹھہرالی۔ کہ گھر کا کام کاج ایک دن فضہؓ کرینگی اور ایک دن حرم محترم مرتضوی۔

ایک دفعہ کسی نے افواہ اڑادی کہ جناب امیرؓ

ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جب ختم الرسلؐ کے کان میں اس کی بھنک پڑی تو حضرت علیؓ سے براہِ راست تو کچھ نہ کہا۔ مگر مسجد میں خطبہ دیتے وقت ارشاد کیا " لوگو سنو میری لڑکی فاطمۃ الزہراؓ میری جگر گوشہ ہے۔ جس نے اُس کو دُکھ دیا اُس نے مجھے دکھ دیا" حضرت علیؓ اس رمز کو سمجھ گئے۔ اور جنابہ فاطمہؓ کی مبارک زندگی میں کبھی دوسری شادی کا نام نہ لیا۔

جنگِ اُحد میں بھی آپ نے نہایت جوانمردی اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ اور اس جنگ میں ہی آپ کے نہایت پیارے چچا حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت واقع ہوئی۔

غزوہ بنی مصطلق اور خندق میں بھی آپ جنابِ رسولِ مقبولؐ کے ہمرکاب رہے۔ اور خندق کے کھودنے اور اُس کی حفاظت میں جان لڑائی۔

سنہ ۴ھ میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا۔ آپ مشرف باسلام ہو گئی تھیں۔ اس واسطے رسولِ خدا صلعم نے اپنے پیراہن میں آپ کو دفن کیا۔ اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی۔

واقعہ حدیبیہ کے وقت اوّل مرتبہ آپ ہی کو سرداران قریشِ مکہ کی طرف یہ پیغام دینے کے واسطے بھیجا گیا

تھا۔ کہ رسولِ خدا صلعم کسی لڑائی کی غرض سے نہیں آئے۔ بلکہ محض طوافِ بیت اللہ کے لئے تشریف لائے ہیں۔ جب بہت سی لیت و لعل کے بعد صلح نامہ تحریر کیا گیا تو اس وثیقہ کے کاتب جناب علیؓ مرتضیٰ ہی تھے۔

غزوۂ خیبر کا واقعہ آپ کا نہایت مشہور و معروف کارنامہ ہے۔ اُس کی حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں نے وادیٔ خیبر میں کئی قلعے بنا رکھے تھے۔ جن کی تسخیر کے لئے مختلف صحابہؓ کو الگ الگ مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے ایک قلعہ کے فتح کرنے کے لئے حضرتِ صدیق اکبرؓ مامور ہوئے۔ مگر وہ کئی دنوں کی لڑائی کے بعد اُس کے لینے میں ناکام رہے۔ حضرت محمد صلعم نے کہ بنفسِ نفیس سپاہ سالارِ فوج تھے دوسری بار حضرت فاروقِ اعظمؓ کو اس قلعہ کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ مگر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس پر جنابِ سید البشرؐ نے فرمایا "کہ کل لشکر کی امارت کا علم اُس کے ہاتھ میں دیا جاوے گا جو یقیناً اس قلعہ کو فتح کر کے لوٹے گا۔" تمام صحابہ صبح دربارِ رسالت میں انتظار کرنے لگے۔ کہ دیکھیں آج یہ فضیلت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ جب سب آچکے تو حضورِ سرورِ کائنات نے فرمایا "علیؓ کہاں ہے؟"

آپ کی آنکھیں کچھ دنوں سے دکھتی تھیں۔ اور اگرچہ بہت افاقہ تھا مگر کلّی آرام نہ آیا تھا۔ اس واسطے آپ کو آنے میں دیر ہو گئی تھی رسولِ خدا کا اشارہ پاتے ہی بعض صحابہ آپ کو لوالائے جنابِ فخر موجودات صلعم نے آپ کی آنکھوں پر دستِ شفقت پھیرا اور عَلَم آپ کے ہاتھ میں دیکر فرمایا" اے علیؓ آج اس قلعہ کو فتح کر کے آنا"۔ یہ ناممکن تھا کہ رسول خدا صلعم کے الفاظ پورے نہ ہوتے۔ حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت و مردانگی کی یہ دھاک بٹھائی کہ ایک ایک سپاہی جان توڑ کر لڑنے لگا آخر قلعہ فتح ہوا۔ اور مرحب جو یہودیوں کا بادشاہ تھا حضرت علیؓ مرتضیٰ کے اپنے ہاتھ سے قتل ہوا۔

اس لڑائی میں جب مفتوحہ اراضی کی تقسیم ہوئی تو باغِ فدک جنابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا۔ اور آپ نے اُس کی آمدنی کو وقف کر دیا۔ جس میں سے آپ کے خاندان کے افراد کو بھی حصہ ملتا رہا۔ اس کے بعد فتح مکہ اور غزوۂ حنین و طائف میں آپ شریک تھے۔ ثانی الذکر میں جب تمام مسلمان رسولِ خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے تو میدان میں صرف حضرت عباسؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و چند دیگر

صحابۂ کبار آپ کے گرد آ گئے اور پھر حضرت عباسؓ نے جو جہیر الصوت تھے دیگر صحابہ تک بآواز بلند آپ کا پیغام پہنچایا۔ جب معرکۂ کارزار گرم ہوا تو فتح مسلمانوں کی تھی۔

اس اثنا میں نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ ہوا۔ جب فریقین مدینہ سے باہر میدان میں اپنے اپنے دلائل دے چکے تو حسبِ قرارداد حلف کی نوبت پہنچی جس کا اشارہ آیاتِ قرآن شریف میں موجود ہے اُس وقت رسول خدا کے پاس اپنے اہلِ بیت سے حضرت حسنینؓ اور حضرت علیؓ موجود تھے۔ چنانچہ ان کو اپنی چادر کے نیچے بٹھا کر حلف اُٹھائی کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو اس کے بعد عرب میں عیسائیت اور اسلام کے عروج و زوال کا جو حشر ہوا وہ اظہر من الشمس ہے سنہ ھ میں جنابِ پیغمبر کے ارشاد کے مطابق آپ یمن تشریف لے گئے اور وہاں دینِ حقہ کی تبلیغ فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلعم سے آملے۔

جب حج کے بعد واپسی کا سفر ہوا تو رستے میں ایک موضع پڑتا ہے جہاں ایک کنواں آتا ہے جو غدیر خمؓ کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقعہ

پر رسالت مآب نے صحابہ کو جمع فرما کر وعظ و نصیحت کی اور بعض روایتوں میں درج ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔ ان الفاظ کی کئی تعبیریں کی گئی ہیں۔ مگر سیاق و سباق عبارت سے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ رسول کریم صلعم نے صحابہؓ سے یہ عہد لے لیا تھا کہ میرے بعد خلافت کا حق حضرت علیؓ کو ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مولا کے عام معنے عربی میں دوست مددگار کے ہیں۔ نہ کہ خلیفہ یا حاکم کے۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب سرور کائنات باصرار حضرت صدیقؓ اکبر کو نماز کا امام نہ بناتے۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ ان الفاظ سے حضرت علیؓ کی منقبت و مرتبت مسلمہ ہے اس کے بعد جناب بادشاہِ دوجہاں کی رحلت تک کوئی قابل ذکر بات پیش نہیں آئی۔

۲۔ وفات خیر الانام سے خلافت تک

جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو بوجہ قرابت قریبہ حضرت علی خلافت کے لئے اپنے حق کو تمام صحابہ کے حقوق پر ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ جناب رسول اقدس کے جسم اطہر کو غسل دینے کے بعد بنی ہاشم

جن میں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہم شامل تھے جنابۂ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر میں جمع ہوئے مگر عامۂ مسلمین میں سے بہت کم معززین وہاں پہنچے۔ اُدھر حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمرؓ و غیرہم انصار کے مجمع کی خبر پاکر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ بقول محققین حضرت علیؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس واسطے نہ گئے کہ وہاں مہاجرین حضرت ابو بکرؓ کو اور انصار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو اپنا اپنا رئیس سمجھتے تھے۔ آپ کیونکہ اپنا حق سب سے فائق سمجھتے تھے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اس کی تائید کی اُمید نہ تھی۔ اسلئے وہاں جانا بے سود تھا۔ لہٰذا بنی ہاشم نے مجلس شوریٰ الگ کی۔ اتنے میں سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی خبر آپہنچی۔ آپ کو اس کا رنج ہُوا۔ مگر چند ماہ بعد حضرت عمرؓ کے کہنے سننے سے بیعت کرلی اس کے بعد فدک کا معاملہ پیش ہُوا۔ جنابۂ زہراءؓ کا خیال تھا کہ کلام اللہ کی رو سے وہ ترکۂ پدری کی وارث ہیں۔ اور جناب صدیقؓ فرماتے تھے کہ یہ وقف جائداد ہے۔ اور مسلمانوں کا مال ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی جناب اشرف المخلوقاتؐ کے فرمان کے بموجب "ہم معشر انبیا نہ کسی کا ورثہ لیتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث بنتا

ہے"۔ آپ وارث نہ ہوتے۔ اس بنا پر حضرت صدیقؓ نے گو فیصلہ حضرت زہراؓ کے خلاف کیا مگر ساتھ ہی ارشاد کیا "کہ فدک تو مسلمانوں کا مال ہے مگر جو میرا مال ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں"۔ اس قدر ثابت ہے کہ فدک کی پیداوار سے جو حصہ جناب زہراؓ کو حیاتِ نبوی میں ملتا تھا وہ برابر ملتا رہا اور باقی حصہ میں حضرت عباسؓ و دیگر اقربین شامل رہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے واسطے سردارِ دوعالم جیسے والدِ مہربان کی جدائی کوئی معمولی صدمہ نہ تھا چنانچہ آپ اس سے جانبر نہ ہو سکے اور چھ ماہ کے اندر عالم ارواح میں پہنچکر جناب پیمبرؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس واقعہ کے بعد تقسیم پیداوارِ فدک کے متعلق حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ میں تنازعہ ہوا۔ اور جناب صدیقؓ کے روبرو ایک دوسرے میں سخت تیز کلامی ہوئی۔ مگر حضرت صدیقؓ نے صلح کرادی۔

جناب امیرؓ خلافتِ اولیٰ میں منصبِ قضا پر متعین رہے۔ اور آپ کے فیصلے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت خالدؓ سیف اللہ اپنی پہلی مہم میں خولہؓ بنت جعفر کو مالِ غنیمت میں لائے۔ اور وہ بی بی صاحبہ حضرت

علیؓ کے حصّے میں آئیں۔ جن سے آپ نے شادی کر لی۔

خلافتِ حضرتِ عمرؓ میں آپ علاوہ قاضی کے عہدہ کے مشیرِ اوّل بنا لئے گئے۔ چنانچہ جب دو دفعہ حضرت عمرؓ مدینہ سے باہر کاروبارِ ملکی و غزوات کی وجہ سے تشریف لے گئے تو آپ ہی ان کے نائب ہوئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جن چند محترم صحابہ کو فتویٰ کی اجازت دے رکھی تھی ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نمبر اول تھے۔

آخیر عمر میں حضرتِ فاروقؓ کو خاندانِ نبوت سے تعلق پیدا کرنے کا خیال ہوا۔ تو جنابِ امیرؓ کو پیغام دیا۔ کہ وہ اپنی دخترِ نیک اختر حضرت اُم کلثومؓ جو حضرت زہراءؓ کے بطن سے تھیں خلافت مآب کو عقدِ نکاح میں دیدیں۔ اوّل تو جنابِ امیرؓ نے بوجہ تفاوتِ عمر انکار کیا۔ مگر حضرت فاروقؓ اعظم کے اصرار پر راضی ہو گئے۔ حضرت اُمِ کلثوم کا حقِ مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا تھا۔

جب حضرت عمرؓ ۲۳ھ میں شہید ہوئے تو جن چھ اشخاص پر بروئے وصیت انتخاب کو محدود کر گئے تھے ان میں بھی حضرت علیؓ کا نام سب سے پہلے تھا۔ انتخاب کی مفصل کیفیت حضرت عثمانؓ کی بیعت کے موقعہ پر گذر چکی ہے۔ البتہ جو خطبہ اس وقت حضرت

علیؓ نے دیا اُس کا ماحصل ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔
"اے لوگو سچ سچ بتانا کہ عقدِ مواخاۃ میں میرے سوا رسُولِ کریمؐ نے اپنا کسی اور سے بھائی چارہ قائم کیا۔ کیا میرے سوا کسی کے حق میں فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؓ مولا ہے۔ کیا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق آپ کا یہ ارشاد ہو کہ علیؓ میرے واسطے ہارون کی طرح ہے۔ اِلّا یہ کہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہے۔ میرے سوا تم میں کوئی اور موجود ہے جس کو غزوات میں سب پر امیر مقرر کیا ہو۔ کیا کوئی اور شخص پیش کر سکتے ہو جس کے لئے یہ فرمایا ہو۔ کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہے۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اُس نے مجھ سے پہلے اسلام کو قبول کیا۔ کیا تم میں کوئی ہے جو مجھ سے بڑھ کر نسب میں رسولِ خدا صلعم کی قرابت کا مدعی ہو"۔ لوگ یہ باتیں سنتے تھے اور کہتے تھے کہ سچ ہے۔ اے علیؓ تو برحق کہتا ہے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ جناب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آپ کو روک دیا۔ اور آپ کبیدہ خاطر ہو کر چلے گئے۔ اور جاتے جاتے فرما گئے۔
"ہاں یاد رکھو میری وزارت تمہارے لئے خلافت و امارت سے بہتر ہوگی"۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ

آخری فقرہ سے پیشتر آپ نے حضرت عثمانِ غنیؓ کی بیعت کر لی تھی۔

خلافتِ ذوالنورینؓ میں آپ حسبِ سابق معتمد و مشیر و قاضی تو رہے مگر سلطنت کے معاملات میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ اور خلوت گزینی میں اپنے اوقات کرتے تھے۔ تاہم اہم امور میں آپ سے مشورہ ضرور کیا جاتا تھا۔ آپ کے فرزندان امام حسنؓ و امام حسینؓ اسی خلافت کے زمانہ میں پہلی دفعہ غزوات میں شامل ہوئے اور جہاں جہاں تشریف لے گئے۔ مظفر و منصور واپس آئے۔

عبد اللہ بن سبا یہودی نے جب آپ کا طرفدار بن کر ملک میں فتنہ برپا کیا تو آپ نے حضرتِ خلیفہ کو انسدادِ بغاوت کا مشورہ دیا۔ اور فرمایا کہ بیجا نرمی سے کام نہ لو۔ جب یہ فتنہ بہت بڑھ گیا۔ تو دوبارہ حضرت عثمانؓ کو اُس کی روک تھام کے لیئے عرض کیا۔ مگر جس وقت مفسدہ پرداز یہ ظاہر کرنے لگے کہ یہ بغاوت درپردہ حضرت علیؓ کے ایما سے ہو رہی ہے اور مدینہ میں اس بات کا تمام چرچا ہو گیا تو آپ نے شہر مدینہ سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی۔

ایک دفعہ باغیوں نے آپ سے درخواست کی

کہ آپ ہمارے ہمراہ چل کر دربارِ خلافت میں خلیفہ کے روبرو مظالم کا اظہار کریں۔ تو آپ نے اُن کو غلط راہ پر سمجھ کر ان کی معیت میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور بخلاف اس کے حضراتِ حسنینؓ کو خلیفۃ الرسولؐ کی حفاظت پر متعین فرمایا۔ مگر باغی کسی کی ایک نہ سنتے تھے۔ اور حضرت خلیفہ کو شہید کر گئے۔ ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔

۳۔ خلافت سے وفات تک

حضرت علیؓ کے انتخاب کے وقت بیشتر حصّۂ صحابہ مملکت اسلامی میں پھیلا ہوا تھا۔ اور خاص مدینہ منورہ میں اُنہیں لوگوں کا زور تھا جنہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کیا تھا۔ یہ لوگ عبداللہ بن سبا کے سکھائے پڑھائے تھے۔ اس لئے جناب ابوترابؓ کو مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ اور آپ کے انکار کے باوجود اُنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ اور اس کے بعد ان کو خیال ہوا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی امیدواران خلافت ہیں اس لئے اُن سے بھی حضرت علیؓ کی بیعت لی جاوے۔ چنانچہ دونوں حضرات کو بلایا گیا

نے بیعت میں تامل کیا تو مالک اشتر نے تلوار کھینچ لی۔ اس پر دونوں بزرگوں نے طوعاً وکرہاً ہاتھ بڑھایا اور بیعت کرلی۔

حضرت سعدؓ ابی وقاص اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اپنے دروازے بند کر لئے۔ اور جب لوگ ان کو بلانے آئے تو فرمایا۔ کہ اگر سب لوگ جناب امیرؓ کی بیعت کریں گے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس پر انصار میں سے حسانؓ بن ثابت۔ کعبؓ بن مالک۔ مسلمہؓ بن مخلد۔ ابوسعید خدریؓ۔ محمدؓ بن مسلمہ۔ نعمانؓ بن بشیر۔ زیدؓ بن ثابت۔ فضالہؓ بن عبید اور کعبؓ بن عجرہ جیسے صحابۂ کبار نے بھی بیعت سے انکار کیا۔ اور حضرات مغیرہؓ بن شعبہ۔ عبداللہؓ بن سلام اور قدامہؓ بن مظعون اس معاملہ میں بالکل الگ رہے۔ بعض لوگ اس خیال سے ملک شام کو چلدیئے کہ ان سے جبراً بیعت نہ کرائی جاوے۔

حضرت علیؓ نے بیعت کے بعد جو خطبہ فرمایا وہ نہایت فصیح و بلیغ تھا۔ اور اس میں فتنہ و فساد سے بچنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اور تقویٰ کی طرف توجہ دلانے کے بعد فرمایا تھا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ہم جو کچھ بھی دنیا میں کرینگے آخرت میں اُس کا نتیجہ ضرور ملیگا۔

خطبہ کے بعد ہی ایک وفد آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ خلیفہ کا پہلا فرض حدودِ شرعیہ کو قائیم رکھنا ہے۔ اس واسطے سب سے پہلے آپ اُن اشخاص سے قصاص لیجئے جو قتلِ حضرت عثمانؓ میں شریک تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ سکون و امن ہولنے دو۔ پھر اس طرف توجہ کی جائیگی اس وقت جن لوگوں سے قصاص لینا ہے وہی ہمارے اوپر غالب آرہے ہیں۔ یہ جواب سُن کر بعض لوگ خاموش ہو گئے۔ اور بعض نے اس خیال سے مدینہ چھوڑ دیا کہ اس جگہ دن بدن باغیوں کا زور ہو جانے کا خطرہ تھا۔

مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت علیؓ نے جو کام سب سے پہلے کیا وہ کل والیان کی معزولی تھی مؤرخین کی رائے ہے کہ مناسب یہ تھا کہ پہلے سب والیان سے بیعت خلافت لی جاتی اور جب وہ آپ کے انتخاب کو قبول کرلیتے تو پھر آپ کو بحیثیتِ خلیفہ معزولی کا حق تھا۔ اور والیان کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہ رہتی۔ مگر آپ کی تعجیل کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام والیان و عمال نے آپ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور نئے مقرر شدہ امراء کو چارج نہ دیئے۔ البتہ والئے بصرہ حج کو

گئے تھے - اس لیئے عثمانؓ بن حنیف نے اس ولایت پر تصرف کر لیا - ان والیان میں امیر معاویہؓ سب سے زیادہ ہر دلعزیز تھے - اور کیونکہ اب وہ خاندان بنی اُمیہ کے رئیس تھے اس واسطے حضرت عثمان غنیؓ کے طرفدار اُن کی ولایت میں پناہ گزین ہو گئے تھے - اس کے علاوہ امیر معاویہؓ کے پاس ایک عظیم الشان فوج بھی تھی جو بمقابلہ کسی اور شخص کے امیر معاویہؓ کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتی تھی - اب جبکہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو بھی دیگر عمال کی طرح شام کی حکومت سے معزول کر دیا تو اُنھوں نے حضرت علیؓ کی بیعت سے انکار کر دیا اور ایک خالی کاغذ پر اپنی مہر لگا کر حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا حضرت علیؓ نے جب قاصد سے اس کا مطلب دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ جامعہ دمشق میں حضرت عثمانؓ کا خون آلودہ پیرہن اور ان کی بیوی جنابہ نائلہ کی کٹی ہوئی ہتھیلی منبر پر پڑی ہے اور ساٹھ ہزار افراد ہر روز وہاں ماتم کرتے ہیں جس طرح ہو سکے پہلے خلیفہ شہید کا قصاص لیجئے -

آپ نے آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر فرمایا۔ "اے خدا تو گواہ ہے کہ میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں"! اور قاصد سے کہا کہ اب عثمان

کے قاتلوں کا ملنا دشوار ہے - وہ بچ گئے ہیں اور بعدازاں مقابلہ کی تیاریاں شروع ہونے لگیں -

حضرت امام حسنؓ نے چاہا کہ جناب حضرت علیؓ کو کسی طرح روکا جاوے - مگر جناب حیدر کرارؓ کو آپ کی اس بات پر غور کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا۔

پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ حج کے موقعہ پر محصور تھے - ام المومنین حضرت عائیشہؓ حج میں شامل تھیں - کہ اُن کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کا علم ہوا - آپ نے فوراً لوگوں کو ایک خطبہ دیا - جو نہایت مؤثر تھا - اور جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ جس جماعت نے خلیفہ کو قتل کیا ہے - اُس نے اسلام کے ایک بڑے اصول کو توڑا ہے - اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے باغیان خلافت سے قصاص لیا جاوے - مکہ کے عامل اس رائے سے متفق ہو گئے - اور چند دنوں بعد جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی مکہ معظمہ میں آ گئے تو قرار پایا کہ بصرہ میں جا کر حضرت عثمانؓ کے قصاص لینے کا اعلان کر دیا جائے -

جب بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمانؓ بن حنیف نے جو حضرت علیؓ کی طرف سے گورنر تھے بصرہ کی طرف جانے کی وجہ پوچھی - حضرت عائیشہؓ اور آپ کے ساتھیوں

لنے فرمایا کہ خلیفہ کے قاتلوں کا قصاص چاہتے ہیں۔ اس پر والئے بصرہ نے دریافت کیا کہ کیا حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ جناب علیؓ کی بیعت نہیں کر چکے۔ جواب ملا کہ بیشک۔ مگر وہ بیعت جبراً لی گئی تھی۔ آخر یہ جماعت بصرہ میں پہنچی اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے۔ مگر ام المومنین حضرت عائشہؓ کی تقریر سے فریق مخالف کے بہت لوگ اس جماعت میں آملے۔ اور یہ قرار داد ہو گئی کہ والئے بصرہ کوئی قاصد بھیج کر اہالیانِ مدینہ سے پتہ منگوالیں کہ حضرتِ زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے بیعت بطیبِ خاطر کی ہے یا بہ جبر۔ قاصد نے مسجد مدینہ میں آکر جب اس امر کا اعلان کیا تو تمام حاضرین چپ رہے۔ آخر حضرت اسامہؓ بن زید نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے علم ہے کہ دونوں سے جبراً بیعت لی گئی ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ بعض طرفدارانِ خلافت مآب نے اِن پر حملہ کر دیا۔ مگر خیر گذری اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری۔ حضرت صہیبؓ اور حضرت محمدؐ بنِ مسلمہ نے ان کو بچا لیا۔ ورنہ موت یقینی تھی۔ حضرت علیؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو عثمانؓ بن حنیف کو لکھا۔ کہ یہ لوگ اگر بیعت پر مجبور بھی کئے گئے تھے تو اتحاد پر نہ کہ افتراق پر۔ اس لئے ان کی بیعت جائز ہے اور تمہیں ان کے مقابلہ میں تساہل نہیں کرنا چاہئے۔ ادھر بصرہ میں اُم المومنینؓ جنابہ عائشہ

نے مخالف جماعت کو پیغام بھیجا کہ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی بیعت بجبر لی گئی ہے۔ لہٰذا تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اور جب مخالفین نے انکار کیا تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

حضرت علیؓ اس وقت شام پر لشکر کشی کا ارادہ کر رہے تھے۔ مگر جب بصرہ کا حال معلوم ہوا تو پہلے ادھر کا رُخ کیا اور کوفہ سے باوجود حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ والئے کوفہ کے انکار کے نو ہزار اشخاص کی جماعت حضرت امام حسنؓ کے حکم کی تعمیل میں ان کے ہمراہ بصرہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جب حضرت علیؓ بصرہ کے قریب پہنچے تو پہلے ایک قاصد اُم المومنینؓ کی خدمت میں یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ جنابہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ خلیفہ مقتول کا قصاص۔ کیونکہ مرحوم کا قصاص نہ لینا قرآن شریف کے احکام کو پس پشت ڈالنے کے برابر ہے۔ قاصد نے کہا کہ پھر تو صلح آسان ہے اور سارا ماجرا جناب مرتضیٰؓ سے آکر بیان کیا۔ خلافت مآب نے دوسرے دن بصرہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ خلیفہ عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے وہ ہمارے ساتھ نہ

چاہیں - عبداللہ بن سبا کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور اُس نے اپنی جماعت سے کہا کہ یہ صلح ہمارے لیے سخت مضر ہے - اس لئے تم پیچھے پیچھے چلے چلو اور جب دونوں جماعتیں ملیں تو بلا حیل وحجت لڑائی شروع کردو -

جب حضرت علیؓ بصرہ پہنچے تو دونوں جماعتوں میں صلح کی گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا - شام کو شرائط صلح طے ہوگئے - اور دونو فریق مطمئن ہوکر سو رہے کہ صبح ہونے سے پہلے سبائی جماعت نے ایک جانب سے مخالفین پر حملہ کردیا - حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے جب لوگوں سے دریافت کیا تو جواب ملا کہ کوفیوں نے ہم پر حملہ کردیا ہے - اُدھر سبائی جماعت نے حضرت علیؓ کے پوچھنے پر کہا کہ اہلِ بصرہ نے رات ہم پر فوج کشی کی تھی - اس لئے ہم نے ان کو پیچھے دھکیل دیا ہے - اسطرح فریقین میں جنگ شروع ہوگئی - اُدھر سے حضرت علیؓ آگے بڑھے اور اِدھر سے حضرت اُم المومنینؓ کا ہودج ایک اونٹ پر نمودار ہوا - جس میں حضرت عائشہؓ تشریف رکھتی تھیں - نہایت سخت جنگ ہوئی لوگ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد جمع ہوگئے - کیونکہ ہودج پر اس قدر تیر برسائے گئے تھے

کہ وہ تیروں سے گتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ لڑائی کا خاتمہ مشکل ہے تو حکم دیا کہ اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ اس طرح ہودج کا گرنا تھا کہ اہلِ بصرہ کے دل ٹوٹ گئے اور اُن کو شکست کھانی پڑی۔ پھر ہودج حضرت محمد بن ابو بکرؓ اور عمارؓ بن یاسر کے سپرد ہوا اور حضرت عائشہ کو الگ لیجا کر بٹھایا گیا۔ حضرت طلحہؓ اور ان کے بیٹے اس جنگ میں شہید ہوئے۔ اور اس کے علاوہ طرفین کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔

قیامِ امن کے بعد حضرت علیؓ ام المومنینؓ کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور کچھ گفتگو کے بعد آپ کو مدینہ بھیجنے کا انتظام فرمایا۔ اور یکم رجب ۳۶ھ کو جب اُم المومنین کی روانگی بصرہ سے ہوئی تو کئی میل تک حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ پا پیادہ آپ کے ہمراہ گئے۔ اور پھر مدینہ تک حضرت محمد بن ابی بکرؓ کو ساتھ کر دیا۔ یہ لڑائی جنگِ جمل (اونٹ) کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت علیؓ اس کے بعد کوفہ کو تشریف لے گئے اور جریر بن عبد اللہ بجلی کو امیر معاویہؓ کے پاس بیعت لینے کی غرض سے روانہ کیا۔ جریر نے دمشق پہنچ کر اپنی غرض کا اظہار کیا تو حضرت معاویہؓ نے کچھ

جواب نہ دیا ۔ شام اسلامی فوج کا بڑا بھاری مرکز تھا ۔ اور وہاں کے سپاہیوں اور اُن کے سرداروں نے حلف اُٹھا رکھی تھی کہ جب تک حضرت عثمانؓ کا قصاص نہ لے لیں گے زمین پر سوئیں گے اور اپنی بیویوں سے الگ رہیں گے ۔ علاوہ بریں امیر معاویہؓ مدت سے ان پر حکومت کر رہے تھے اور اپنی تدبیر اور ہردلعزیزی کی وجہ سے ان کے قلوب کو تسخیر کر رکھا تھا ۔ سپاہی اپنے والی کے اشارے پر لڑنے مرنے پر تیار رہتے کیونکہ ان کی قیادت میں وہ روم جیسی عظیم الشان سلطنت پر فتوحات حاصل کر چکے تھے ۔ جب حضرت علیؓ کو مسندِ خلافت پر بیٹھے ایک سال سے زائد ہو گیا اور قاتلانِ حضرتِ عثمانؓ کی گرفتاری تک عمل میں نہ آئی تو افواجِ شام نے مشہور کر دیا کہ حضرت علیؓ خود اس قتل میں شریک تھے ۔ جب جریر نے کوفہ واپس آ کر جناب مرتضیٰ کو یہ سب کیفیت سنائی ، تو آپ کو لشکر کشی کے سوا کوئی تدبیر نظر نہ آئی لہٰذا ایک لشکر جرار لے کر امیر معاویہؓ کے مقابلہ کو نکل پڑے ۔ اور بمقام نخیلہ قیام فرمایا ۔ ادھر سے امیر معاویہؓ بھی اپنی فوج لے کر روانہ ہوئے ۔ جنابِ خلافت مآب کی فوج نے دریائے فرات کو عبور کیا تو شامی فوجیں سامنے آ گئیں اور ایک خفیف

سی جھڑپ کے بعد ایک دوسرے کے بالمقابل ہو گئیں بعد ازاں حضرت علیؓ نے ایک وفد حضرت بشیرؓ بن عمرو انصاری کی سرکردگی میں امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ کہ خدارا اُمتِ احمدؐ میں تفرقہ نہ ڈالیئے۔ اور میری بیعت کر لیجئے۔ مگر امیر معاویہؓ نے کہا کہ "خلیفہ مظلوم کہاں جائے گا۔ کیا ہم اس کا قصاص لئے بغیر کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے!"

جب یہ سفارت ناکام واپس آئی تو محرم ۳۷ھ تک لڑائی کا سلسلہ نرم گرم چلتا رہا اور پھر ایک ماہ کے واسطے اُس کو ملتوی کر دیا گیا اور صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی مگر اس مہینہ بھر کی گفت وشنید کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر حضرت علیؓ نے اپنی افواج میں اعلان کر دیا کہ صلح کی بے حد کوشش ہوئی۔ مگر افسوس کہ اس میں ناکامی رہی۔ اس لئے اب سوائے جنگ کے کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ یکم صفر ۳۷ھ کو جنگ شروع ہوئی اور ایک ہفتہ کے بعد خلافت مآب نے حملۂ عام کا حکم دیا گویا آٹھویں صفر ۳۷ھ وہ نامبارک دِن تھا جس دِن اسلامی محبت کا شیرازہ ٹوٹ گیا اور مسلمان دو ایسی جماعتوں میں منقسم ہو گئے جن کا اتفاق گزشتہ تیرہ چودہ سو سال میں نہ ہُوا۔ اور نہ آئندہ ہونے کی امید باقی ہے۔ البتہ کارسازِ حقیقی

کے لئے کہ قادر مطلق ہے یہ امر کچھ دشوار نہیں لڑائی کا ہنگامہ شدید ترین تھا اور بڑے بڑے بزرگوں نے جانبین سے شہادت کے جام نوش کئے۔ چنانچہ عمار رضؓ بن یاسر اِنہی میں سے ہیں۔ جب وقت نازک ہوا تو اہلِ شام نے قرآن مجید نیزوں پر اُٹھا کر بلند کر دیئے اور نعرے لگائے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ فیصلہ کریگی اگر اہلِ عراق فنا ہو لئے تو حدودِ فارس کی حفاظت کون کریگا۔ اور اگر اہلِ شام تباہ ہوئے تو حدودِ روم کا کون انتظام کرے گا۔

حضرت علیؓ کی عراقی افواج نے کلام اللہ کو دیکھ کر لڑائی بند کردی۔ آپ نے بہت سمجھایا کہ "اے اللہ کے بندو تم حق پر ہو اپنا ہاتھ نہ روکو"۔ مگر اہلِ عراق نے نہ مانا۔ اور کہا کہ اگر آپ کلام اللہ کے فیصلہ کو منظور نہیں کرتے تو ہم آپ کے ساتھ نہیں۔ آپ اُشتر کو بھی واپس بلا لیجئے۔

جب اُشتر کو حضرت کا پیغام پہنچا تو اُس نے کہا کہ "واپسی کا وقت نہیں فتح قریب ہے"۔ اس پر عراقیوں نے کہا کہ آپ نے درپردہ اُشتر کو لڑائی کا حکم دے رکھا ہے۔ اگر اُشتر واپس نہ آیا تو جو کچھ ہم نے حضرت عثمانؓ سے کیا ہے وہی تم سے کرینگے۔

اُس پر آپ نے اُشتر کو حکم بھیجا کہ فوراً واپس آجاوے کیونکہ پیچھے نیا فتنہ برپا ہوگیا ہے۔

جب لڑائی بند ہوگئی تو حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کا مقصد پوچھ بھیجا۔ جواب آیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ فریقین ایک ایک ثالث مقرر کرلیں۔ اور وہ کتاب اللہ کے مطابق ہماری نزاع کا فیصلہ کردیں۔ فریقین نے تسلیم کیا اور عراقیوں نے کہا کہ ہماری طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ثالث ہونگے۔ حضرت علیؓ کو ان پر پورا اعتماد نہ تھا۔ اور وہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مگر عراقی حضرت عبداللہؓ کو پسند نہ کرتے تھے۔ اس واسطے مجبوراً حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰؓ ہی ثالث کئے گئے امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ مقرر ہوئے۔ اور فیصلہ کے لئے چھ ماہ کی میعاد مقرر ہوئی۔ اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ جس کو جنگ صفین کہتے ہیں۔ اور جس میں قریباً ایک لاکھ مسلمانوں کی بیش قیمت جانیں تلف ہوئیں۔

اس کے بعد امیر معاویہؓ معہ افواج شام کو چلا گیا اور عراقی کوفہ کی طرف واپس آگئے۔

جب ثالثی نامہ تحریر ہوگیا تو ایک جماعت ایسی پیدا ہوگئی جس نے حضرت علیؓ سے اس بنا پر بالکل

علیحدگی اختیار کی کہ انہوں نے قرآن کے معاملہ میں آدمیوں کو کیوں حکم مقرر کیا۔ یہ لوگ خوارج کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور کوفہ پہنچتے ہی اُنہوں نے مثبث بن ربعی کو اپنا امیر منتخب کیا۔

یہ وہی شخص تھا جس کو حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے پاس وفد میں بھیجا تھا۔ اور جس نے معاویہؓ سے جناب علیؓ کی طرفداری کرتے ہوئے بہت سخت کلامی کی تھی۔ حضرت علیؓ نے اپنی جماعت کے اس افتراق کو پسند نہ کیا۔ اور حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کو ان کی فہمایش کے واسطے بھیجا۔ مگر خارجیوں نے آپ کے ساتھ بھی بحث شروع کر دی۔ تا آنکہ حضرت علیؓ خود وہاں پہنچ گئے۔ اور انہیں سمجھایا کہ انسانوں کو خدا کے حکم میں ثالث نہیں بنایا گیا۔ بلکہ ان سے توقع کی گئی ہے کہ وہ خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ دیں الغرض بڑی مشکلوں کے بعد ان لوگوں کو منا کر شہر میں لایا گیا۔

جب چھ ماہ گذرے اور رمضان کا مہینہ قریب آیا تو حضرت علیؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو چار سو آدمیوں کے ہمراہ مقام فیصلہ کی طرف روانہ کیا اور دوسری طرف سے امیر معاویہؓ نے اسی قدر اشخاص کے ساتھ عمرو بن عاصؓ کو بھیجا۔ اور دونوں فریق دومۃ الجندل

کے قریب مقام اذراح میں جمع ہوئے اور ہر دو ثالثان نے معتبرینِ فریقین کے سامنے معاملہ متنازعہ پر بحث کی روایات میں آیا ہے کہ اس بحث میں ابو موسیٰ اشعریؓ جو سیدھے سادے مخلص مسلمان تھے عمرو بن العاصؓ کے مقابلہ میں قدرے کمزور نظر آئے۔ کیونکہ ابن العاصؓ حکمتِ عملی اور چالاکی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ بہرحال دورانِ گفتگو میں اتنا ظاہر ہوا کہ ثالث دونوں امیدواروں کو خلافت سے محروم کرنے پر متفق ہیں اور نیا انتخاب امت اسلامیہ پر چھوڑا چاہتے ہیں۔ آخر اعلان کا وقت آیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور دونوں ثالث مسجد میں پہنچے۔ عمرو بن العاصؓ جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ہر کام میں ان کو پیش پیش رکھتے تھے۔ اس لئے اعلانِ فیصلہ کے لئے بھی حسبِ معمول انہیں کو مقدم رکھا۔ ابو موسیٰؓ اُٹھے اور کہا کہ بہت سی غور کے بعد ہم دونوں ثالث متفق ہیں کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کو خلافت سے برطرف کیا جاوے۔ اور مسلمان جس کسی اور کو چاہیں خلیفہ بنالیں۔

ان کے بعد عمرو بن عاصؓ اُٹھے اور کہا "حضرت علیؓ کی معزولی سے میں بھی متفق ہوں مگر معاویہؓ کو اس لیئے قائم رکھتا ہوں کہ وہ خلیفہ مقتول کے ولی ہونے

کی وجہ سے جانشینی کے مستحق ہیں"۔ یہ سُن کر ابوموسیٰؓ نے ان کی مخالفت کی اور ثالثان کی باہمی سخت کلامی تک نوبت پہنچی۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ نے اس فیصلہ کو خلاف شریعت سمجھ کر منظور نہ کیا۔ اور جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی یا خلافت کو تسلیم کیا وہ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ پھر آپ نے شام پر دوبارہ چڑھائی کا ارادہ کیا مگر فتنۂ خوارج اس کا سدّ راہ ہو گیا۔

اس فتنہ کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت علیؓ خوارج کو منا کر کوفہ میں لے آئے تھے تو اس جماعت کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ بھی اس معاملہ میں ہم سے متفق الرّائے ہیں کہ خلافت کا معاملہ فیصلہ قرآنی کے ہوتے ہوئے انسانی ثالثوں کے سپرد کرنا کفر ہے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ انقضائے میعاد کے بعد فیصلہ ثالثی کے سننے کے لئے ایک جماعت جناب مرتضیٰ نے روانہ کر دی، تو وہ آپ کے برخلاف ہو گئے اور اپنا امیر الگ بنا لیا۔ اور فیصلہ ثالثی کے اعلان کے بعد اس بنا پر کوفہ چھوڑ گئے کہ یہاں کے لوگ کلام اللہ کے خلاف ہیں۔ اور اس لئے ظالم ہیں لہٰذا ان کے شہروں میں رہنا جائز نہیں۔ اس جماعت

نے نہروان کے پُل کے قریب اجتماع کیا۔ اور ان کے ہم خیال بصرہ و دیگر امصار و دیار چھوڑ کر وہیں آ گئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو لکھا کہ ہم شام پر لشکر کشی کرنے لگے ہیں۔ تم بھی ہمارے شریک ہو جاؤ۔ خوارج نے کہلا بھیجا کہ اب آپ اپنی ذات کے لیئے جنگ کرنے لگے ہیں اس واسطے ہم آپ کا ساتھ دینے کو تیار نہیں۔

حضرت علیؓ نے یہ جواب سن کر خوارج کو اپنے حال پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور دیگر ستر ہزار فوج جمع کی کہ شام کی طرف روانہ ہوں۔ اتنے میں اطلاع ملی کہ خارجی دوسرے لوگوں کو حضرت علیؓ کی فوج میں بھرتی ہونے سے روکتے ہیں اور بعض افراد کو اُنھوں نے شہید کر دیا ہے۔ اس پر ان کی طرف قاصد بھیجا گیا۔ مگر وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ لہٰذا بمشورہ اعیان قرار پایا کہ پہلے خوارج کی سرکوبی کی جاوے مبادا ہم شام میں ہوں اور یہ لوگ ہماری عدم حاضری میں ہمارے گھر بار لوٹ لیں۔ چنانچہ جب خوارج سے مقابلہ ہُوا تو اُن کو کہدیا گیا کہ تمہاری جماعت کے جن لوگوں نے ہمارے آدمی قتل کیئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ دوسروں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اس پر خوارج نے بیک زبان آواز دی کہ ہم سب ان کے قاتل ہیں اور ان کے خون کو

جائز و مباح سمجھتے ہیں۔ آخر حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے سمجھانے سے بہت لوگ اپنے اپنے شہروں کو چلے گئے۔ اور بعض حضرت علیؓ کی طرف آ گئے۔ صرف تین ہزار سے کچھ کم آدمی عبداللہ ابنِ وہب کے ساتھ رہے۔ جن سے لڑائی کی گئی۔ اور ابنِ وہب اور اس کی ساری فوج میدان میں ماری گئی۔

معرکہ نہروان کے بعد شام کی طرف رخ کیا گیا۔ مگر سپاہیوں نے کہا کہ اس لڑائی میں ہم تھک گئے ہیں۔ تلواریں کند ہو گئی ہیں اور تیر ختم ہو چکے ہیں۔ لہٰذا چندے آرام کا حکم دیا جائے۔ حضرت علیؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور کچھ دنوں کے لئے مقامِ نخیلہ میں پہنچ کر قیام کیا گیا۔ اس اثنا میں بہت سے فوجی رفتہ رفتہ پوشیدہ طور پر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ اور بہت تھوڑی سی تعداد باقی رہ گئی۔ حضرت علیؓ نے سردارانِ سپاہ کو بلا کر شام پر لشکر کشی کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ تو بہت کم آدمیوں نے اس کی تائید کی لوگوں کے اس رویہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے جنگِ شام کا ارادہ چھوڑ دیا۔

ادھر مصر میں حضرت علیؓ کی طرف سے قیسؓ بن سعد گورنر تھے۔ مگر جب مسلمہ بن مخلد کے ماتحت ایک ایسی جماعت مصر میں پہنچی جو حضرت عثمانؓ کے قصاص

نہ لینے کے سبب حضرت علیؓ کی خلافت کو ناجائز سمجھتی تھی تو والئے مصر نے ازراہِ دور اندیشی ان سے لڑائی کرنی مناسب نہ سمجھی۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ اس صورت میں پیچھے سے امیر معاویہؓ کا لشکر آکر مصر کو چھین لے گا۔ اور حکم دیدیا کہ اگر وہ کسی قسم کی شورش نہ کریں اور امن سے رہیں تو اُن سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا امیر معاویہؓ کو جب اس بات کا پتہ لگا تو اُس نے اپنی رعایا اور افواج میں مشہور کردیا کہ قیس ابنِ سعد ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے ہم خیال لوگوں سے جو مصر میں آباد ہیں کوئی تعرض نہیں کرتے۔

جب اس واقعہ کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو انہوں نے قیس کو مسلمہ بن مخلّد کے برخلاف جنگ کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ اگر مجھ پر کوئی بدگمانی ہو تو امارت کو چھوڑنے پر تیار ہوں۔ مگر لڑائی کو مناسب نہیں سمجھتا۔ حضرت علیؓ نے ان کو معزول فرماکر ان کی جگہ محمدؓ بن ابوبکر کو امیر مقرر کردیا۔ اور اُنہوں نے لڑائی کی تیاری شروع کی کہ اتنے میں جنگ صفین شروع ہوگیا۔ اور اس کے نتیجہ کا انتظار ہونے لگا۔ آخر جب یہ جنگ ملتوی ہوا تو جو لوگ مصر میں حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں

کرتے تھے اُنھوں نے محمدؐ بن ابوبکرؓ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ اور اُنہیں شکست پر شکست دی۔ اس پر حضرت علیؓ نے اُشتر والئے جزیرہ کو مصر کی گورنری پر مامور کیا مگر ان کا رستہ میں ہی انتقال ہو گیا۔ اس لئے محمدؐ بن ابوبکرؓ ہی بحال رہے۔

فیصلہ ثالثی کے بعد جب اہل شام نے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی تو امیر معاویہؓ نے مسلمہ بن مخلد کی مدد کے لئے ایک لشکر عمرو بن عاصؓ کے زیر فرمان مصر کو روانہ کیا۔ اس لشکر نے والئے مصر کو شکست دی اور محمدؐ بن ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کو آپ کی موت کا بے حد صدمہ ہوا۔

مصر کی فتح نے امیر معاویہؓ اور ان کی فوج کے حوصلے بڑھا دیئے۔ چنانچہ انھوں نے اطراف و جوانب میں فوجیں بھیجنی شروع کر دیں۔ اور ملک کو اپنے قبضہ میں کرنے لگے۔ جہاں جہاں یہ لوگ جاتے لوگوں سے امیر معاویہؓ کی بیعت لیتے جاتے۔

آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ عبداللہؓ ابنِ عباسؓ جو والئے بصرہ تھے خود بخود امارت سے دست بردار ہو کر مکہ معظمہ میں آ بیٹھے ان پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے محاصل ملکی سے بہت سا روپیہ آپ رکھ لیا ہے غرضکہ ملک میں بد انتظامی اور ابتری کا غلبہ تھا اور عوام

بد دل ہو گئے تھے ۔ کشیدگی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ حضرت علیؓ دعائے نماز میں امیر معاویہؓ اور اس کے رفقا پر لعنت بھیجا کرتے تھے ۔ اور امیر معاویہؓ حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھیوں پر ۔ یہاں تک کہ خلافت بنی امیہ میں یہ ایک مستقل دستور قایم ہو گیا ۔ جس کو عمرؓ بن عبدالعزیزؒ معروف بہ عمرؓ ثانی نے ملیامیٹ کیا ۔

خوارج نے اس لگاتار جنگ سے تنگ آ کر فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ ۔ امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کئے بغیر مسلمانوں کی بہتری اور رہائی کی کوئی صورت نہیں ۔ چنانچہ تین اشخاص مسمیان عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ۔ برک بن عبداللہ ۔ اور عمرو بن بکر تمیمی اس بات پر تل گئے کہ وہ ان تینوں کو قتل کر کے خلافت کے جھگڑے کو مٹا دیں گے ۔ ان میں سے ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو برک نے امیر معاویہؓ کو اور عمرو نے عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کا حلفاً ذمہ لیا ۔

ابن ملجم جب اپنے اس مقصد کو سامنے رکھ کر کوفے پہنچا تو ایک ایسے مکان میں اُترا جہاں کے چند خوارج کو حضرت علیؓ کی فوج نے قتل کیا ہُوا تھا ۔ اتفاق سے اس

گھر میں ایک نہایت خوبصورت عورت مسماۃ قطام نام رہتی تھی۔ ابنِ ملجم اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اس کو شادی کا پیغام بھیجا۔ اُس نے کہا کہ پہلے حق مہر ادا کرو۔ جب ابنِ ملجم نے دریافت کیا تو نقد رقم کے علاوہ حضرت علیؓ کا سرِ مبارک بھی طلب کیا گیا۔ ابنِ ملجم تو آگے ہی یہی چاہتا تھا۔ پس ۱۵ رمضان کو اُس مسجد میں گھات لگا کر جا بیٹھا جہاں حضرت علیؓ مرتضٰی فریضۂ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اور جب حضرت امیرؓ صبح کی نماز پڑھانے کو تشریف لائے تو تلوار کا ایک کاری وار آپ کے سرِ مبارک پر کیا جس سے تین دن کی تکلیف کے بعد حضرت کی روحِ اقدس جسدِ اطہر سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابنِ ملجم جناب کے حکم سے گرفتار کیا گیا۔ اور آپ نے اپنی اولاد کو وفات سے پیشتر وصیت کی کہ صرف قاتل سے قصاص لیا جاوے۔ اور کسی دوسرے شخص کو ہرگز قتل نہ کیا جاوے۔ لوگوں کے یہ دریافت کرنے پر کہ کیا آپ کے بعد جناب امام حسنؓ کو خلیفہ کر دیا جاوے۔ فرمایا "میں نہ تم کو

حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں ؟"
ادھر برک نے امیر معاویہؓ پر جو وار کیا وہ کاری ثابت نہ ہؤا ۔ اور امیر معاویہؓ دو چار دن میں صحتیاب ہو گیا ۔ عمرو بن العاصؓ نے حملہ کے روز بوجہ بیماری اپنی جگہ حذافہ کو امام بنا کر بھیجا تھا ۔ عمرو خارجی نے اس کو عمرو بن العاص سمجھ کر قتل کر دیا ۔

۴ ۔ ازواج و اولاد

جناب امیر نے نو نکاح کئے ۔ مگر قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب تک حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بنتِ رسول اللہ صلعم زندہ رہیں ۔ آپ نے دوسری شادی کا نام نہیں لیا ۔ اس شادی سے آپ کے دو بیٹے حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ تھے ۔ اوّل الذکر نے آپ کے بعد چند ماہ خلافت کی ۔ آپ بڑے وسیع نظر تھے ۔ اور امت کے اختلاف کو پسند نہ فرماتے تھے ۔ اس لئے جب معاویہؓ نے چڑھائی کی تو آپ خلافت سے بدیں شرائط دست بردار ہو لئے کہ میرے بھائی امام حسینؓ کو ۲۰ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے ۔ اور بنو ہاشم کو دربار میں

تمام حاضرین پر فوقیت دی جائے۔ امیر معاویہؓ نے ان تمام باتوں کو منظور کر لیا۔ آپ کی وفات ایک مسموم پیالۂ شربت کے پینے سے واقعہ ہوئی۔ امام حسینؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کو منظور نہ کیا اور میدانِ کربلا میں شہادت پائی۔ جو تاریخ عالم کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ حضرات حسنینؓ کی دو ہمشیرگان حقیقی تھیں۔ ایک حضرت زینبؓ اور دوسری حضرت اُم کلثومؓ۔ موخر الذکر جناب خلیفہ ثانی کے نکاح میں آئی تھیں۔

(۲) اُم البنین بنت حزام۔ ان کے بطن سے حضرات عباسؓ۔ جعفرؓ۔ عبداللہؓ اور عثمانؓ پیدا ہوئے۔

(۳) لیلیٰ بنت مسعود تمیمی ان سے حضرات عبداللہؓ اور ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔

(۴) اسماء بنت عمیس۔ ان سے حضرات یحییٰ اور محمدؒ اصغر پیدا ہوئے۔

(۵) صہبائے بنت ربیعہ جنگ کے اسیران میں سے تھیں۔ ان سے حضرت عمر اور جنابۂ رقیہ دو بچے ہوئے۔

(۶) امامہؓ بنت ابی العاص یہ حضرت زینبؓ کی بیٹی اور رسول اللہ صلعم کی نواسی تھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے بطن سے

ایک فرزند حضرت محمدؒ اوسط پیدا ہوئے - مگر ان کی نسل نہیں بڑھی -

(۷) خولہ بنت جعفر الحنفیہ - ان سے محمد الحنفیہ پیدا ہوئے - جو بہت مشہور ہیں -

(۸) اُم سعید - بنت عروہ بن مسعود - ان سے صرف دو لڑکیاں ہوئیں - جن کے نام ام الحسین اور رملہ ہیں -

(۹) محیاۃ بنت امراء لقیس - ان کے بطن سے کوئی بچہ نہیں ہُوا -

ان کے علاوہ مختلف کنیزوں سے دختری اولاد بہت تھی - جن کے نام یہ ہیں :- ام ہانی - میمونہ - زینب صغریٰ - رملہ صغریٰ - ام کلثوم صغریٰ - فاطمہ امامہ خدیجہ ام الکرام - ام سلمہ - ام جعفر - جمانہ و نفیسہ - تمام اولاد ذکور میں سے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ - حضرت محمدؒ حنیفہ - حضرت عباس اور حضرت عمرؓ کی نسل آگے بڑھی -

ناظرین ایک بات پر غور کریں کہ حضرت فاطمہ کی وفات خلافتِ اوّل میں ہوئی اور بعض فرقوں کے قول کے مطابق حضرت علیؓ جناب شیخین اور حضرت عثمانؓ کو غاصب سمجھتے تھے - مگر باوجود اس کے انہوں نے اپنی اولاد میں سے جو واقعۂ غصب

کے بعد ہوئی تین لڑکوں کے نام خلفاے ثلثہ کے نام پر حضرت ابوبکر وحضرت عمر اور حضرت عثمان رکھے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر کو ان ناموں سے پیار تھا ۔ اور وہ اختلاف و افتراقِ امت کو ہر طرح کم کرنے کے درپے تھے ۔ مگر آج ؂

ببیں تفاوت راہ کہ از کجاست تا بکجا

۵۔ فضائل واخلاق

(۱) آپ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے ۔

(۲) آپ نے رسولِ خدا صلعم کو اپنی جان تک سے مدد دینے میں دریغ نہیں کیا۔

(۳) آپ نے ہجرت کی شب رسولِ خدا کے حجرہ میں بسر کی ۔ اور غزوۂ خیبر میں آپ ہی کی شجاعت کام آئی تھی۔

(۴) آپ خاص کاتبان وحی سے تھے۔

(۵) رسول خدا صلعم سے قرابت نسبی کے علاوہ آپ کو نسبت دامادی کا شرف تھا۔ اور آنحضرت کی محبوب ترین بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپ کے

عقد نکاح میں آئی تھیں۔
(۶) آنحضرت نے بہت مواقع پر آپ کی تعریف کی تھی۔ اور آپ کو ابو تراب کے لقب سے ملقب کیا تھا۔
(۷) دینی تفقہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ حضرت عمرؓ جب کسی مسئلہ میں اختلاف دیکھتے تو آپ سے مشورہ لیتے۔ اور بیشتر آپ ہی کی رائے پر عمل کرتے۔
(۸) زہد و تقویٰ۔ عبادت و ریاضت اور کمالِ علم و فضل میں آپ کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔
آپ کے اخلاق بالکل آنحضرت صلعم کی پیروی تھی۔ نفسانیت سے قطعاً پرہیز تھا۔ ایک مرتبہ لڑائی میں آپ نے ایک یہودی کو زمین پر گرا لیا۔ اور اس کی چھاتی پر سوار ہو کر اسے قتل کرنے کو تھے کہ اُس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ اور الگ ہو گئے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ پہلے میں نے اس سے محض اللہ کے لئے لڑائی کی تھی۔ مگر جب اس نے یہ حرکت کی تو مجھے رنج آیا۔ اور میرے نفس نے حوصلہ دیا کہ اس کو قتل کر دوں۔ بس میں نے

خدا کی راہ میں نفس کی تابعداری کرنے کو گوارا نہ کیا۔ اور اسے معاف کر دیا۔

آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ خود بھوکے رہتے رہے۔ مگر سائل کو کبھی رد نہ کیا۔

آپ کے مناقب و اخلاق کے متعلق جتنا لکھا جائے کم ہے۔ اس لئے زیادہ طوالت کی کوئی ضرورت نہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

تمام شد

مطالعہ سے سچی اسلامی محبت کی روح پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہایت ہی انسب ہوگا۔ کہ اس کتاب کو اسلامیہ پرائمری سکولوں کے نصاب میں داخل کیا جائے۔ اور انجمن حمایت اسلام یا دیگر اسلامی انجمنیں اسے اپنے مدارس میں بطور نصاب داخل فرمائیں۔ مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے ایسی کتابوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ پیشتر ازیں شیخ صاحب نے حضرت محمد صلعم کے نام کی ایک کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانحعمری کے طور پر لکھی۔ جو مقبول ہوئی تھی۔ امید یہ کتاب بھی مقبول ہوگی۔ ہم شیخ صاحب کو ان کی اس اسلامی خدمت پر مبارکباد دیتے ہیں +

[و]طن لاہور ۵ مارچ ۱۹۲۶ء۔ اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی اور [علی] مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے حالات زندگی تاریخ پیدائش سے یوم وفات تک [در]ج کئے گئے ہیں۔ شیخ عظیم اللہ صاحب بی۔ اے وکیل ہائیکورٹ لاہور کی تازہ [تا]لیف ہے۔ کتاب پوری صحت وتحقیق اور بڑی محنت سے لکھی گئی ہے۔ اور [ار]دو زبان میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ ان اصحاب کبار کی اکٹھی سوانحعمریاں [اب] تک اس طریق سے اردو میں نہیں لکھی گئیں۔ خصوصاً جن میں ان حضرات کے ابتدائے عمر سے آخر [تک] کے واقعات مختصر اور جامع طور پر دیئے گئے ہوں۔ عبارت نہایت دلچسپ سلیس اور آسان ہے [مسلم]ان طالبعلموں کیلئے بالخصوص و عوام مسلمانوں کیلئے بالعموم اس کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا۔ اس [کے] پڑھنے سے ہمت و دلیری اور استقلال و جرات کی وہ تمام خوبیاں جو مسلمانوں میں تقریباً ناپید ہو چکی [ہیں پ]ھر تازہ ہو جاتی ہیں۔ ہماری رائے میں ہندوستان کے تمام اسلامیہ سکولوں میں ایسی کتابوں کا رواج دنیا قوم اور [نو]مسلمان نسلوں کے بیدار کرنے کیلئے لازمی و ضروری ہے۔ شیخ عظیم اللہ صاحب موصوف نے پہلے [ب]ھی ایک کتاب موسومہ حضرت محمد صلعم اسی طرز میں تحریر کی تھی جو بیحد مقبول ہوئی ہے۔ اور جو سچ پوچھو [تو ک]تاب ہذا اس کا لازمی جزو ہے۔ ہم شیخ صاحب کو ان کی ان تالیفات پر دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔

[ا]ن کے اخبار وکیل امرتسر اور رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے۔

اعلان

مصنف کتاب ہذا کی مفصلہ ذیل کتب بھی قابل دید ہیں

۱- **حضرت محمدؐ** جس میں سرور کائناتؐ کے سوانحات پیدائش سے وصال تک مکمل درج ہیں قیمت

۲- **دین فطرت** جس میں نہائیت وضاحت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام ہی دنیا میں فطرت کے مطابق مذہب ہے (مطبع میں ہے

حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام شیخ حسن دین منیجر چھپی۔